اُردو شاعری

خواب جزیرے

ڈاکٹر رفیق انجم

جملہ حقوق مصنف کے نام محفوظ

نام کتاب	:	خواب جزیرے
مصنف	:	ڈاکٹر رفیق انجم
کمپوزنگ	:	منظور قادری، محمود الٰہی
ترتیب	:	شاہد جگنو
سرورق	:	قیصر اعجاز، اختر رسُول
تزئین کار	:	محمد رؤف
اشاعت	:	پہلی بار1993
تعداد	:	1000
قیمت	:	Rs. 100/-
پریس	:	
پبلشر	:	ثریا پبلی کیشنز چنڈک پُونچھ
پتہ:		بام ثریا چنڈک پُونچھ ۱۸۵۱۰۱

انتساب

ماضی بعید کے نام

مصنف بیک نظر

نام : محمد رفیق انجم آوان ولدیت : میاں عبدالکریم آوان

قلمی نام : ڈاکٹر رفیق انجم جنم: جنوری 1962ء کلائی، حویلی، پُونچھ

تعلیم : ایم بی بی ایس 1985 (جموں یونیورسٹی)

ایم، ڈی شعبہ اطفال 1996 (کشمیر یونیورسٹی)

سی، آئی، سی (2002) (IGNOU)

روزگار : رجسٹرار (امراض اطفال)، گورنمنٹ میڈیکل کالج سری نگر، کشمیر۔

تخلیقات :ا۔خواب جزیرے (اُردو شاعری ۱۹۹۳ء) ۲۔دِل دریا (گوجری شاعری) ۱۹۹۴ء

۳۔غزل سلونی (منتخب گوجری غزلیں ۹۵ء) ۴۔سوچ سمندر (جدید گوجری شاعری ۹۶ء)

۵۔کورا کاغذ (گوجری افسانے) ۱۹۹۶ء ۶۔گوجری ادب کی سنہری تاریخ ۱۹۹۶ء

۷۔ سوغات (گوجری شاعری) ۲۰۰۴ ۸۔ گوجری کہاوت کوش ۲۰۰۴ء

۹۔ گوجری انگریزی ڈِکشنری ۲۰۰۴ء ۱۰۔گوجری گرائمر ۲۰۰۴ء

۱۱۔کاش !(اُردو شاعری ۲۰۰۵ء) ۱۲۔سدھراں سلونیاں (پنجابی شاعری)

۱۳۔ قدیم گوجری ادب ۱۴۔جدید گوجری ادب

۱۵۔خواب خزانے (گوجری افسانے) ۱۶۔تذکرہ گوجری شعراء

۱۷۔منتخب گوجری غزلیں ۱۸۔ مختصر گوجری ڈکشنری

۱۹۔گوجری ہندی ڈکشنری ۲۰۔ انجم شناسی

رہائش : ا۔ڈریم لینڈ، کالج روڈ، رجوری.185131 ۲۔بامِ ثُریا، چنڈک پُونچھ 185101

اعزازات:
1. Academy Best-Book Award (Dil Darya) 1995
2. Himalayan 'Man of Letters' Award, (HEM)1999
3. Member, General Council,JK Cultural Academy
4. Secretary General, JK Anjuman Taraqi Gojri Adab

پیش گوئی

ڈاکٹر ظہور الدین

ڈاکٹر رفیق انجم سے میرا تعارف ''خواب جزیرے'' کی وساطت سے ہوا اور مجھے یہ جان کر بہت مسرت ہوئی کہ اردو زبان اس قدر توانا و دِلفریب ہے کہ ان جیسے ایسے افراد، جن کا منصب ہی نشتروں کو برمانا اور جراحتوں سے کھیلنا ہے۔ اس کے نشتروں سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ رفیق انجم روزگار کے اعتبار سے ڈاکٹر ہیں اور اس وقت جموں میڈیکل کالج میں ایم۔ڈی کے تکمیلی مراحل سے گذر رہے ہیں۔

اردو زبان سے اُن کے شغف کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ میڈیکل کالج کی مصروفیات کے باوجود وہ غزلوں کے ایک مجموعے کو پیش کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ سائینس کے کسی طالب علم کا اردو شاعری سے شغف کوئی نئی بات نہیں ہے ایسی بہت سی مثالیں اس سے پہلے بھی موجود ہیں لیکن اس شغف کو اس حد تک خود پر طاری کر لینا کہ وہ تخلیقی کاوشوں کا روپ اختیار کر لے یقیناً باعث صد تحسین ہے۔ چنانچہ میں سب سے پہلے اس کامیابی پر انہیں مبارک باد پیش کرنا چاہتا ہوں۔

''خواب جزیرے'' رفیق انجم کی غزلوں کا پہلا مجموعہ ہے اور چونکہ وہ اس وقت عمر کی اس منزل سے گزر رہے ہیں جسے عرف عام میں عہد شباب قرار دیا جاتا ہے۔ اس لئے اس مجموعے میں شامل ان کی غزلوں کے موضوعات بھی اکثر و بیشتر وہی ہیں جنہیں عمر کے اس دور سے فطری مناسبت ہے۔ یعنی حسن وعشق کی وارداتیں، زلف و رخسار کی فتنہ سامانیاں اور چشم و ابرو کی عشوہ سازیاں وغیرہ۔ تاہم اس کے معنے

ہرگز یہ نہیں ہیں کہ اُن کے ہاں حیات وکائنات کے دوسرے مظاہر ہیں ہی نہیں۔

حسن وعشق اردو غزل کا محبوب ترین موضوع ہے۔اردو غزل سے اُسے کچھ اس قدر مناسبت ہے کہ اس ہیئت میں اگر کوئی شاعر حیات وکائنات کی دوسری کرشمہ سازیوں کا بھی ذکر کرنا چاہئے تو جب تک اِسی لب و لہجے کو اختیار نہ کرے بات بنتی نظر نہیں آتی۔بس ''بنتی نہیں ہے بادئہ و ساغر کہے بغیر ''والا معاملہ ہے۔ اس لئے غزل کا شاعر جب حسن وعشق کا نغمہ چھیڑتا ہے تو اکثر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ حسن وعشق نہ ہو بلکہ کوئی ایسی حقیقت ہو جو پوری حیات وکائنات کا احاطہ کیے ہوئے ہو۔ رفیق انجمؔ کے ہاں بھی یہ کیفیت نظر آتی ہے۔چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

تم نہیں تو زندگی میں اور کیا رہ جائے گا
عکس مٹ جائیں گے سارے آئینہ رہ جائے گا

☆

چاہت کی حویلی کا رستہ، سب شہرِ وفا کے دروازے
اے ''جانِ ثریا'' ہم ایسے بے خواب ستاروں سے پوچھو

☆

تم جو چاہو تو محبت کو فسانہ کہہ لو
ہم سے تو پیار کو ایسا نہ لکھا جائے گا

☆

عشق کیا بدنام ہوئے
بس اتنا سا تو قصہ تھا

☆

شب تاریک میں یادوں کو خوشبو
ذرا سی چاندنی ہے اور ہم ہیں

☆

رستہ روکے تو ہو جائیں دو دو ہاتھ زمانے سے بھی
ہم نے تو یہ عزم کیا ہے، تم نے بھی کچھ سوچا ہوگا

انجم کا عشق ابھی عرفان کی اس منزل تک نہیں پہنچ پاتا جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔ اور جو زندگی کی ریاضتوں کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ پھر بھی جب وہ اپنے مرغوب موضوع سے ہٹ کر کچھ کہنے کی کوشش کرتے ہیں تو اُن کی آواز میں وہ خصوصیت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے جسے ایک روشن مستقبل کی نوید ہی قرار دینا چاہئے۔ اس عالم میں اَن کی لَے میں جو گونج پیدا ہو جاتی ہے وہ دیکھتے ہی بنتی ہے۔ کچھ شعر اس کیفیت کے بھی دیکھ لیجئے۔

تلخیوں کو بھی قباء خوابوں کی پہنائی گئی
زندگانی یوں کھلونے دے کے بہلائی گئی
مجھ کو نہ تسلی دے کوئی ٹوٹا ہوں، ابھی بکھرا تو نہیں

☆

تجھے موجِ طوفاں لے گئی، مجھے ناخداؤں کی سازشیں
کبھی ساحلوں کے بگاڑ سے بھی تو ڈوب جاتی ہیں کشتیاں

☆

پیاسے لبوں پہ کوئی سمندر تراش دے
یا ذہن سے خلیج کا منظر تراش دے

نام کیا راہِ وفا میں دو گے، دیوانے کے بعد
وسعتیں مانگے ہے وحشت اور ویرانے کے بعد

☆

دیکھتا تھا سب مگر کچھ مصلحت تھی چپ رہا
جل رہا تھا سامنے جو آشیاں، میرا ہی تھا

☆

سوچ رہا ہوں تیرے دِل کا موسم کتنا اچھا ہوگا
خواب جزیروں پہ جب کوئی آس کا پنچھی اترا ہوگا

☆

زندگی کی خدا را دعائیں نہ دے
جاں بلب ہوں میں اتنی سزائیں نہ دے

ہیئتی اعتبار سے ''خواب جزیرے'' کی غزلیں، غزل کی کلاسیکی روایت کی پیروی کرتی نظر آتی ہیں۔ جہاں تک غزلوں میں اشعار کی تعداد کا تعلق ہے وہ بھی کوئی زیادہ نہیں ہے۔ بحریں بھی زیادہ تر چھوٹی ہی ہیں اور مترنم ہیں۔ زبان سیدھی سادی اور بیان ہر طرح کی پیچیدگی سے پاک ہے۔

القصہ ''خواب جزیرے'' نے انجم سے ہماری بہت ساری توقعات وابستہ کر دی ہیں۔ مجھے امید ہے وہ ہمیں مایوس نہیں کریں گے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ !

پروفیسر ڈاکٹر ظہور الدین
صدر شعبہ اردو (جموں یونیورسٹی)
ستمبر ۱۹۹۳ء دانشکدہ جموں،

کچھ بیاں اپنا

ڈاکٹر رفیق انجم

میں نے زندگی کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور مختصر سے عرصہ میں اتنا کچھ جان لیا ہے جو شائد مجھے ابھی نہیں جاننا چاہئیے تھا۔ آگہی بھی عذاب ہے سچ مچ مگر اعتراف ہیکہ مجھے ان تجربات کیلئے بہت کم قیمت ادا کرنا پڑی۔ چھوٹی چھوٹی سچائیوں کی دریافت غموں کے پہاڑ تک کو ریزہ ریزہ کردیتی ہے۔ زندگی تلخ و شیریں کا حسیں امتزاج ہے، یہاں انسان لمحہ لمحہ نئے تجربات سے گذرتا ہے۔ کبھی ایسے اپنوں میں گھِر جاتا ہے جو اپنے نہیں ہوتے اور کبھی ایسے نازک رشتوں میں گرفتار ہو جاتا ہے جنہیں کوئی نام نہیں دِیا جاسکتا۔ کبھی عزائم یوں جواں ہوتے ہیں کہ سچ مچ کچھ کر گذرنے کو جی چاہتا ہے اور کبھی بے بسی کے بیکراں سمندر میں سب کچھ ڈبو دینا اچھا لگتا ہے۔

انسان فطرتاً مصور ہے جو اپنی زندگی کے خاکے میں حسیں رنگ بھرنے کے درپے ہے۔ میری جاگتی آنکھوں کے خواب ادھورے سہی، میرے عزائم کو جواں رکھنے کے لئے کافی ہیں۔ اپنے رجحان کی تسکین کیلئے ہی سہی وفا اپنا ایمان ہے۔ خوابوں کی حسیں دنیا تو اسی کی ہوتی ہے جو اسے تخلیق کرتا ہے اور تنہائی تو تخلیق کار کا مقدر ہو کرتی ہے۔ میں نے بھی جیون کی سلگتی راہوں پہ تنہا سفر کیا، گو کہ بیقرار کردینے والی یادوں کے پرسکوں لمحے بھی نصیب ہوئے، ڈسٹرب کردینے والی خاموشیاں بھی برداشت کیں، مگر اعتراف کرتا چلوں کہ درد کی تلاش میں بہت سے سُکھ بھی جھیلے۔ مگر اک سراب سدا میری نگاہوں میں رہا سو اب بھی ہے۔

کسی بھی ادیب کی زندگی کے پیچ وخم سے گذرے بغیر اسکی تخلیقات اور فن کے رموز کا عرفان حاصل ہوسکے یہ ممکن ہی نہیں، لہٰذا یہ راز میں کسی استفسار کے بنا ہی فاش کردیتا ہوں کہ ہمیشہ سے میرے تحت الشعور میں اک خواب رہا کہ میرا آئیڈیل محض فرضی کردار نہ ہو بلکہ گوشت پوست پہ مشتمل ایک پیکر انسانی ہو جو اسی آسمان کے ظلم سہتا ہو اور اسی آسمان کے

ستاروں کو گن گن کر بھولتا ہو، جو پونم کے چاند کو محض اسلیئے پہروں تکتا رہے کہ شاید کوئی اور بھی اسے دیکھ رہا ہو۔اس سے قطع نظر کے خواب شائد ہوتے ہی ٹوٹنے کے لئے ہیں لیکن اسکی چند ایک وجوہات کی جڑیں میری ذات کے اندر تک چلی جاتی ہیں۔نفسیاتی نقطہ نظر اور مزاج کے اعتبار سے میں ایک معیار پسند (Idealist) آدمی ہوں اور بقول مولانا وحیدالدین خان دنیا کی کوئی چیز خواہ کتنی ہی اچھی ہو آئیڈیل سے کم ہوتی ہے۔میرے اس مزاج نے میرے لئے زندگی کو اک کرب مسلسل بنا دیا تاہم اسکا ایک فائدہ مجھے یہ ملا کہ میں اس سطحیت سے بچ گیا جس میں بہت لوگ مبتلا ہیں۔

تنہائی میرا مقدر بھی ہے، زندگی کا عنوان بھی اور میری پہچان بھی۔ یہ ایک ایسا احساس ہے جس سے میں کبھی فرار نہ حاصل کر سکا اور اگر کبھی کوشش بھی کی تو خود کو مزید تنہا کیا جیسے ڈوبنے والا ابھرنے کی کوشش میں اکثر خود کو مزید ڈبو دیتا ہے۔گو کہ مجھے میرے خوابوں نے سکون کے بجائے گوشہءِ تنہائی بخشا۔۔۔ خواب دیکھنا میرا محبوب مشغلہ رہا ہے اس لئے اس حسیں فریب سے باہر آنے کی کبھی کوشش بھی نہیں کی۔ہاں اتنا ضرور ہوا کہ خواب ٹوٹنے سے (جو بلاشبہ ایک اذیت ناک تجربہ ہوتا ہے) میں نے جو کرب محسوس کیا اس سے مجھے تسلی ضرور ہوئی۔ میں خود کو کرب میں مبتلا کر کے، چپکے چپکے آنسو بہا کر بہت مطمئن کر لیتا ہوں اور اس لذت بے نام کے لئے گاہے گاہے زخموں کو خود بھی کریدا ہے۔اور میں نے اگر کوئی اچھا شعر تخلیق کیا ہے تو وہ خود کو کرب میں مبتلا کر کے ہی ممکن ہوا ہے۔کیا کھویا کیا پایا تو شاید محبت کی زبان نہیں ہوتی، لیکن اتنا ضرور ہوا کہ بہت ساری مصروفیات کے باوجود مجھ سے اچھی خاصی شاعری سرزد ہوگئی جس کا ایک نمونہ آپکے سامنے ہے۔

جب میں اپنے گذرے دنوں پہ غور کرتا ہوں تو مجھے اپنی زندگی ایک میدانِ جنگ نظر آتی ہے جس میں جا بجا میرے خوابوں کے پنجر شکستہ امیدیں اور ٹوٹے ہوئے بھرموں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ایک جنگ جو میں سدا مصائب و مشکلات کے ساتھ لڑتا رہا جن سے میری روح پہ خراشیں آ گئیں اور میں وقت سے پہلے بوڑھا نظر آنے لگا۔تاہم مجھے اس پہ

کوئی افسوس نہیں، اپنے ماضی کی پریشانیوں پہ بہانے کے لئے میرے پاس آنسو نہیں۔ مجھے ان لوگوں سے بھی کوئی حسد نہیں جنہیں زندگی میں یہ سب نہیں دیکھنا پڑا۔ اس لئے کہ میں نے زندگی کو جینے کی طرح جیا ہے جب کہ وہ لوگ محض زندہ رہے، صرف سانسوں کی حد تک میں نے زہر زندگی کا پورا پیالہ پیا اور لحہ لحہ نت نیا ذائقہ محسوس کیا ہے جب کہ لوگوں نے فقط سطحی چُسکیاں لی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کو وسیع النظری سے وہی دیکھ سکتا ہے جسکی آنکھیں اشکوں سے سیراب رہی ہوں۔ تجربہ نے مجھے سکھایا ہے کہ جو مجھ پہ مشکل وقت لائے گا وہ اسے برداشت کرنے کا حوصلہ اور ظرف بھی دے گا۔ جس شخص نے اپنے خوابوں کا شیش محل اپنے سامنے زمیں بوس ہوتے دیکھا ہو اسے کبھی چھوٹی چھوٹی باتوں سے پریشانی نہیں ہوتی۔ میں لوگوں سے زیادہ امیدیں نہیں قایم کرتا، لہٰذا ایسے دوستوں سے بھی مسرتیں چرا لیتا ہوں جو سنجیدہ نہیں ہوتے۔ اپنا تو یہ اعتقاد ہے کہ جو شخص اپنے غم پہ مسکرانا جان لے اسے کوئی غم زیر نہیں کرسکتا۔ مجھے اپنے ماضی کے مصائب پہ کوئی افسوس نہیں، کیونکہ انہی کے ذریعے میں زندگی کی تہہ تک پہنچ سکا اور زندگی کہ ہر پہلو کو سمجھ سکا ہوں۔ اور ان تجربات کے لئے مجھے جو قیمت ادا کرنا پڑی میں سمجھتا ہوں کہ وہ بالکل جائز تھی۔ میں برملا یہ اعتراف بھی کرتا چلوں کہ اگر خلیل جبران، ڈوروتھی ڈکس اور مولانا وحیدالدین خان کو بغور نہ پڑھا ہوتا تو شاید میں زندگی کے رموز سمجھنے میں کامیاب نہ ہوتا۔

زندگی کی بے ربط کہانی کے انہی سب رنگوں کا عکس آئیندہ صفحات میں بھی نظر آئیگا، گو کہ واردات قلبی کی ناقابلِ شرح کیفیات کا کروڑواں حصہ بھی سپردِ قلم نہیں کرسکا!

ڈاکٹر رفیق انجُم
رجسٹرار، شعبۂ اطفال
گورنمنٹ میڈیکل کالج سرینگر، کشمیر

غـــزلــيـــں

☆

شہر وفا کے سچے موتی پھول ستارے تیرے نام
درد محبت کرب جدائی خواب سہارے تیرے نام

میرا جیون تپتا صحرا پیاسے لب میری پہچان
تجھ پہ قرباں سات سمندر جام کنارے تیرے نام

یاد کے موسم ہجر کی راتیں میرا مقدر ظلمت شب
آس کا دیپک رات ملن کی صبح کے تارے تیرے نام

کب سے کھڑے ہیں میل کا پتھر بن کر تیری راہوں میں
آ کہ آخری سانس بھی کر دیں ہجر کے مارے تیرے نام

جاتے جاتے لے جا انجم تحفہ ایک ہمارا بھی
یاد سے میٹھے خواب سے سندر شعر ہمارے تیرے نام

پونچھ ۱۹۹۰ء

❁❁❁

☆

تم نہیں تو زندگی میں اور کیا رہ جائے گا
عکس مٹ جائیں گے سارے آئینہ رہ جائے گا

جو ابھی سے بجھ گئے تیری وفاؤں کے چراغ
دور تک اندھے سفر کا سلسلہ رہ جائے گا

مجھکو لگتا ہے کہ اک دن تیرے میرے درمیاں
دوریاں مٹ جائیں گی اور فاصلہ رہ جائے گا

تیری آنکھوں میں زمانہ مجھکو ڈھونڈے گا ضرور
اک نظر دیکھے گا اور پھر دیکھتا رہ جائیگا

کس کو تنہا چھوڑ دیں انجم کہ ہیں دونوں عزیز
منزلیں پالیں مجھے تو راستہ رہ جائے گا

پونچھ ۱۹۸۸ء

☆

تلخیوں کو بھی قبا خوابوں کی پہنائی گئی،
زندگانی یوں کھلونے دے کے بہلائی گئی

جس کو جھکنے میں خدا کے سامنے بھی عار تھی
وقت سے پھر وہ جبیں پتھر پہ رکھوائی گئی

زندگی کا فیصلہ تو سب کو ہوتا ہے عزیز
کیا کیا تو نے کہاں سب تیری دانائی گئی

تو کہے تو آزما لیں آخری ترکش کا تیر
اور اگر ترک تعلق سے نہ رسوائی گئی ؟

اپنا افسانہ بھی انجم یوں ہوا آخر تمام
داستانِ قیس پھر اک بار دہرائی گئی

پونچھ ۱۹۸۹ء

☆

ہاتھوں کی لکیروں سے پوچھو قسمت کے ستاروں سے پوچھو
عنوان میرے افسانے کا بے جان سہاروں سے پوچھو

نا حق سا پریشاں کردے گی یہ موجوں کی تکرار تمہیں
کس طرح سفینہ ڈوب گیا خاموش کناروں سے پوچھو

کس کس نے اجاڑا کیا کہئے یہ شہر میرے ارمانوں کا
احوال میری محرومی کا بے کیف بہاروں سے پوچھو

جی جان سے تم کو ہی چاہا دن رات دعاؤں میں مانگا
آئے نہ یقیں تو مسجد کی معصوم دیواروں سے پوچھو

چاہت کی حویلی کا رستہ سب شہر وفا کے دروازے
اے جان ثریا ہم ایسے بے خواب ستاروں سے پوچھو

پُونچھ ۱۹۹۰ء

۞۞۞

☆

ہم نہ ہونگے ہمیں دیوانہ لکھا جائے گا
اپنی چاہت کو بھی افسانہ لکھا جائے گا

جب یہ محفل نہ رہیں گے تیرے ملنے والے
کل اسی شہر کو ویرانہ لکھا جائے گا

یہ ہے دنیا یہاں بستے ہیں دنیا والے
جس کو چاہیں گے وہ فرزانہ لکھا جائے گا

ہم کو منظور یہی سجدوں سے داغی چہرہ
تیری صورت کو تو اپنا نہ لکھا جائے گا

تم جو چاہو تو محبت کو فسانہ کہہ لو
ہم سے تو پیار کو ایسا نہ لکھا جائے گا
جنکی نظموں کے عنوان بنے ہو انجم
سب کے ہاں تم کو بیگانہ لکھا جائے گا
پونچھ ۱۹۹۰ء

☆

میری ہر یاد کو سینے سے لگانے والے
تو کہاں ہے میرے خوابوں کو سجانے والے

خود بہل جاتے ہیں دنیا سے یہ رفتہ رفتہ
ہم نے دیکھے ہیں کئی ٹوٹ کے چاہنے والے

کسی معصوم کی چاہت کا حوالہ دے دو
خود بنا لیتے ہیں قصہ یہ زمانے والے

جان لے لے نہ کہیں ترک تعلق کی قسم
اب تو آجا مجھے چھوڑ کے جانے والے

تو نے خود ہی ہمیں چاہا یہ نوازش انجم
ہم بھی کب تھے کسی جال میں آنے والے

پونچھ ۱۹۹۰ء

&&&

☆

کون کہتا ہے الفت جہاں میں نہیں کچھ نہیں کوئی کرتا کسی کے لئے
آدمی نے بنائی ہیں اس دور میں کتنی مجبوریاں آدمی کے لئے

جیتے جی موت کی آرزو میں رہے دم نکلتا ہے اب زندگی کے لئے
دل حوادث کی بارش سے بے چین ہے لب ترستے ہیں اب تو خوشی کے لئے

رہتے خاموش ہی دنیا کے سامنے یہ سوال آپ سے بھی جو کرتا کوئی
کیا بتاؤں سبب ترک الفت کا میں کیا سبب آپکی بے رخی کیلئے

بھول جاؤں تقاضے محبت کے سب بھول جاؤں وفاؤں کے ارماں سبھی
پھر بھی سینے میں خلش سی ہو گی سدا دل دھڑکتا رہے گا کسی کے لئے

دل شہنشاہ ہے ہر شے سے برتر ہے دل دل ہے دل دل کو سمجھا ہے کس نے یہاں
دل سے دل ہی کی انجم قسم لے لو تم دل بنایا نہ تھا دل لگی کے لئے

جموں ۱۹۸۵ء

❁❁❁

☆

شب کو بھی تصور میں انکا جب عکس ابھرنے لگتا ہے
اک راز لبوں تک آ کے پھر سینے میں سمٹنے لگتا ہے

تم دور ہو میری چاہت کا تم کو اندازہ کیونکر ہو
ہاں دیکھنا چہرہ سورج کا جب شام کو ڈھلنے لگتا ہے

سینے پہ چاندنی راتوں میں تاروں کے تیر برستے ہیں
سنسان گلی کے موڑ پہ جب کوئی راہ بدلنے لگتا ہے

کب سے ہوں در پہ پڑا لیکن حیراں ہوں نہ انکو رحم آیا
ورنہ میں جبیں جس جا رکھ دوں پتھر بھی پگھلنے لگتا ہے

اے دوست کبھی دیکھا ہے کسی انجان سی بستی میں شب کو
راہی کوئی دستک دیکر جب مایوس پلٹنے لگتا ہے

خلوت میں کبھی جو شام ڈھلے موسم ہو کسی کی آمد کا
سینے سے نکل کر دل انجم آنکھوں میں دھڑکنے لگتا ہے

جموں ۱۹۸۴ء

☆

وہ دور ہوا بچھڑا تو نہیں
ہر جائی ہو وہ ایسا تو نہیں

مجھ کو نہ تسلی دے کوئی
ٹوٹا ہوں ابھی بکھرا تو نہیں

کر قتل ابھی ہاتھوں پہ تیرے
یہ رنگ حنا نکھرا تو نہیں

آئینہ سچ کہتا ہے مگر
یہ چہرہ میرا چہرہ تو نہیں

اچھا ہے اسے الزام نہ دے
یہ پیار تیرا پہلا تو نہیں

تم کو نہ وفا کرنی آئی
اک بات ہے یہ شکوہ تو نہیں

پُونچھ ۱۹۸۸ء

☆

ڈوب جانے کا شکوہ بھی کس سے کریں سازشیں اپنا ہی ناخدا جو کرے
میں سسکتا رہوں یا تڑپ کے مروں کون ہے میری خاطر دعا جو کرے

دل میں عزم سفر ہو تو کٹ جاتے ہیں چاہتوں کے سفر بس یہی شرط ہے
آرزوؤں کے جگنو چمکتے رہیں یہ نہ سوچیں مخالف ہوا جو کرے

آنکھ بیباک ہے تیز خنجر بھی ہے یہ نہیں ہے کہ بسمل تڑپتا رہے
تیری الفت کا حقدار ہی وہ نہیں تجھ سے قاتل کا کوئی گلہ جو کرے

اسقدر تنگ نظری فضاؤں میں ہے سم قاتل سا بکھرا ہوا چار سو
اس جہاں میں مبارک ہے وہ شخص کہ سانس لینے کا بھی حوصلہ جو کرے

ڈھلتے سورج نے پوچھا کہ ہے کوئی جو میرے بعد ان اندھیروں سے لڑتا رہے
اک چراغ محبت نے بڑھ کر کہا میری کوشش تو ہے اب خدا جو کرے

پونچھ ۱۹۹۰ء

&&&

☆

دل کو ماضی کی آغوش میں ڈال کر غم کا بوسہ لیا اور غزل ہو گئی
سہہ کے ظالم زمانے کے ظلم و ستم جامِ غم پی لیا اور غزل ہو گئی

وہ نہ آئے تو بھی خود کو مجرم کہا، وہ بدیر آئے اپنی خطا مان لی
ہر شکایت کو انکی وفا کی طرح غرق دریا کیا اور غزل ہو گئی

جگر جاتا رہا آنکھ کی راہ سے، جم کے پلکوں پہ مانند حسرت رہا
ہر تمنا لٹی ہم نے آہ تک نہ کی، ضبطِ غم کر لیا اور غزل ہو گئی

تلخیاں مٹ گئیں رنجشیں مٹ گئیں پیار کی سب امنگیں بدلتی رہیں
مسکراہٹ کا پہلو لب و لہجہ میں ہم نے اپنا لیا اور غزل ہو گئی

غم کی بارش ہوئی ستم کی دھوپ میں، آرزو نے پسینہ پسینہ کیا
ہم نے قربت تیری کے حسیں خواب سے، دل کو بہلا لیا اور غزل ہو گئی

پُونچھ ۱۹۸۸ء

☆

جا بجا ہر موڑ پہ یہ جام چھلکایا نہ کر
راستوں میں بے محل یوں اشک برسایا نہ کر

تجھکو پاگل نہ بنا دے یہ ستاروں کا شمار
یاد کے موسم میں اتنی دیر تک جاگا نہ کر

اس طرح سے اپنی ہی پہچان کھو جائے گا تو
اسقدر ہر نقش پا کو غور سے دیکھا نہ کر

جاتے جاتے اے صنم کچھ خواب دیتا جا مجھے
یہ سہارے تو نہ چھین اے جان جاں ایسا نہ کر

آنکھ سے دل میں اتر جائے نہ وہ زہرہ جبیں
رخ پہ یوں زلفیں سجا کر آئینہ دیکھا نہ کر

یہ کوئی ساگر نہیں یہ دل ہے اور انجم کا دل
ڈوب کر ابھرے گا تو یہ بات بھی سوچا نہ کر
پونچھ ۱۹۹۰ء

☆

لو میری بیتابیِ دل پھر وہیں لائی مجھے
جس شہر کی کوئی رُت بھی راس نہ آئی مجھے

چل بیاباں میں اے دل رشتوں کا جزیہ کر ادا
اب تو وحشت ہی دلاتی ہے شناسائی مجھے

تیرے آنے سے زخم کچھ اور گہرے ہو گئے
راس آئی نہ کبھی تیری مسیحائی مجھے

اپنی یادوں کے سہارے اے میرے ہمدم نہ چھین
پا کے تنہا کاٹ کھائے گی یہ تنہائی مجھے

سادگی کا پرتو بھی تھا اس قیامت خیز میں
ورنہ کیا مسحور کرتی حسن آرائی مجھے

ہم سفر میرے نے مجھ سے بانٹ لیں خوشیاں و غم
لطفِ منزل انکے پلے اور رسوائی مجھے

سب سمندر بارہا کھنگال ڈالے ہیں مگر
حیرتوں میں ڈالتی ہے دل کی گہرائی مجھے

جانتا ہوں کچھ نہیں آداب الفت کا صلہ
کیا کروں انجم نہیں آتی زلیخائی مجھے

جموں ۱۹۸۶ء

ق

سر بسجدہ رہ کے بھی کھائی ہیں اکثر ٹھوکریں
دل نہیں چاہتا کسی پتھر کو اب پوجا کریں

مجھکو مٹی میں ملا کے محو سرگوشی ہیں دوست
سوچتے ہونگے کے یارو اب کسے رسوا کریں

جموں ۱۹۸۴ء

☆

ترا عہد وفا ہے اور میں ہوں
غموں کا سلسلہ ہے اور میں ہوں

تمہاری ٹھوکروں میں منزلیں ہیں
ادھر بس راستہ ہے اور میں ہوں

یہ صدمے تم پہ گذریں تو ہی جانو
یہ میرا حوصلہ ہے اور میں ہوں

تمہیں فرصت نہیں ہے انجمن سے
یہاں میرا خدا ہے اور میں ہوں

میرے دن رات کا قصہ نہ پوچھو
کسی کی بد دعا ہے اور میں ہوں

پُونچھ ۱۹۹۱ء

☆

بھیگی پلکوں پہ بھی خواب سجائے رکھنا
شمعِ الفت کو ہمہ وقت جلائے رکھنا

راز نکلے گا تو ابھریں گی صدائیں ہر سُو
دل کی باتوں کو دل میں ہی چھپائے رکھنا

تجھکو بے بس نہ بنا دیں یہ بدلتے رشتے
سوکھے پھولوں کو بھی البم میں سجائے رکھنا

جانتا ہوں کہ بھلا دو گے زمانے لیکن
چند یادوں کو کلیجے سے لگائے رکھنا

بہت پرخار ہے دنیا کا گلابی آنچل
گو کہ دشوار ہے دامن کو بچائے رکھنا

جموں ۱۹۸۴ء

❁❁❁

☆

نہ ہو دیدار شائد وہاں بھی تیرا
یہ جہاں بھی تیرا وہ جہاں بھی تیرا

کیوں ستاتی ہے دنیا الٰہی مجھے
یہ زمیں بھی تیری آسمان بھی تیرا

تو ہے کیا کہ نگاہوں میں ہے تو ہی تو
اور ملتا نہیں ہے نشاں بھی تیرا

ہم نے سمجھا تھا سنگدل ہے دنیا فقط
ہم کو گذرا نہ ہر گز گماں بھی تیرا

جب سے بسمل کیا دل کو تھامے ہیں ہم
بجلیاں بھی تیری آشیاں بھی تیرا

لوٹ جائیں تو اس دل سے جائیں کہاں
ہم بھی تیرے صنم آستاں بھی تیرا

کیوں فلک پہ ستاروں پہ الزام کیوں
ماہ و انجم تیرے آسماں بھی تیرا
جموں ۱۹۸۵ء

ق

دل کی سونی وادیوں سے چیخ اٹھتے ہیں خواب
زرد پتوں کو چناروں سے بچھڑتے دیکھ کر

ناز ہے احباب کی موقع شناسی پہ مجھے
کیسے رنگ اپناتے ہیں موسم بدلتے دیکھ کر

جموں ۱۹۸۴ء

☆

نام کیا راہ وفا میں دو گے دیوانے کے بعد
وسعتیں مانگے ہے وحشت اور ویرانے کے بعد

میں نے ساقی تجھکو اکثر دی دعائیں بے حساب
کیا ہوئی تیری مروت ایک پیمانے کے بعد

دامن امید بھی جب ہاتھ سے جاتا رہا
زندگی اب کون آیا شام ڈھل جانے کے بعد

یہ ہے آغاز محبت اور نہ تکمیل وفا
لاکھ افسانے بنیں گے تیرے افسانے کے بعد

دل کی ہے یہ آخری حسرت تیری آغوش میں
رک جائے دھڑکن میری داد وفا پانے کے بعد

ہم ہی جانیں پیار کی لذت کہ انجم بارہا
کی ہے یوں محسوس لب پہ نام آجانے کے بعد

پونچھ ۱۹۸۹ء

☆

منتشر دنیا کا اکدن قافلہ ہو جائیگا
جان کر ہر شخص واں نا آشنا ہو جائیگا

مٹ نہ پائیں گے ہمارے دل سے یادوں کے نقوش
ختم یہ سانسوں کا مانا سلسلہ ہو جائیگا

میرا دعویٰ وہ حسیں ہے چاند پہ دنیا بضد
چودھویں شب روبرو یہ فیصلہ ہو جائیگا

تھیں سکون دل کی خاطر میری سب قربانیاں
جانتا تھا میں وہ کافر بے وفا ہو جائیگا

جا رہے تھے نذر دریا کرنے انکی یاد کو
کیا خبر تھی پھر سر راہ سامنا ہو جائیگا

فاصلے بڑھنے دو چاہو تم اگر نزدیکیاں
جسکو بھی دل سے لگاؤ گے جدا ہو جائیگا

چاہتا ہر گز نہیں الجھوں وفاؤں پہ یہاں
تیرا میرا فیصلہ روزِ جزا ہو جائیگا

میں زمانے بھر کے دل میں دھڑکنیں رکھ جاؤں گا
یوں نہ سوچو مر کے انجُم بس فنا ہو جائیگا

جموں ۱۹۸۵ء

ق

دیکھے جاتے نہیں دنیا کے بدلتے تیور
کیوں نہ شیرازہ ہستی کو پریشاں کرلوں
وہ نہ آئیں تو گنہگارِ محبت ہونگے
رسم الفت کا تقاضا ہے چراغاں کرلوں

☆

میں سراپا درد ہوں اب کیا دوا میرے لئے
اے مسیحا موت کا پیغام لا میرے لئے

میں نے خود ہی ڈوبنا چاہا تھا موجیں دیکھ کر
کاوشیں کرتا بھی کیسے ناخدا میرے لئے

پاس رہ کر بھی وہ مجھ سے بات تک کرتا نہ تھا
سوچتا ہوں پھر بھی تھا اک آسرا میرے لئے

میں بچھڑ جانے پہ بھی اک عمر تک زندہ رہا
اس سے بڑھ کر اور کیا ہوتی سزا میرے لئے

ماہ و انجم آہ و نغمہ سب پہ قابض ہو گیا
اس نے چھوڑا نہ کوئی بھی راستہ میرے لئے

پونچھ ۱۹۹۰ء

☆

مسافر ہیں سبھی پر ہمسفر ہونے سے ڈرتے ہیں
ہمارے ناخدا زیروزبر ہونے سے ڈرتے ہیں

کہاں لے جائے گی جانے ہمیں دیوانگی اپنی
ثمر چاہتے ہیں پر اہل ثمر ہونے سے ڈرتے ہیں

ہوئے جب آشنا منزل سے اب ہوتا ہے کچھ ایسا
دعائیں مانگتے تو ہیں اثر ہونے سے ڈرتے ہیں

کہاں پرواز تیری کہ فرشتے رشک کرتے تھے
کہاں اب جانور تک بھی بشر ہونے سے ڈرتے ہیں

محبت کا دلوں میں ہر طرف طوفان ہے برپا
سبھی اک دوسرے کو پر خبر ہونے سے ڈرتے ہیں

ستایا وقت کی آندھی نے یوں بوڑھے درختوں کو
کہ پیڑ اب پھولنے پھلنے شجر ہونے سے ڈرتے ہیں

پُونچھ ۱۹۸۹ء

☆

شوق سے ڈھونڈ لیتے نیا ہمسفر اس سے پہلے ہمیں آزمانا تو تھا
غم کے صحرا میں کب تک بھٹکتے رہیں کوئی رستہ ہمیں بھی دکھانا تو تھا

میرے سینے میں نازک سے جذبات تھے کچھ تمنائیں تھیں آرزوئیں بھی تھیں
تم نے اچھا کیا داستاں نہ سنی حال دل نے تمہیں بھی رلانا تو تھا

اشک پیتے گئے ضبط کرتے گئے انکو احساس غم تک نہ ہونے دیا
انکے دامن میں خوشیاں ہی خوشیاں جو تھیں انکی خاطر ہمیں مسکرانا تو تھا

آئے تھے دل شکستہ تیری بزم میں دیکھتے تو غموں سے بھی تھے چُور ہم
دستِ نازک بڑھا کر لبوں سے ذرا مسکراہٹ کا پردہ اٹھانا تو تھا

آرزو کا میری دل سے دامن چھٹا اب یہ صحرا نوردی بھی کس کام کی
کانٹوں سے تو عمر بھر الجھتے رہے موسم گل بھی کوئی دکھانا تو تھا

دل کے ہاتھوں ہمیشہ رہے غم زدہ لمحہ لمحہ وفا کو ترستے رہے
ہاں مگر اتنا احساس ہوتا ہے اب ہم کو جینے کا کوئی بہانا تو تھا

اُنکو تیری وفاؤں کا احساس ہے بے وفا بھی نہیں ہونگی مجبوریاں
انکو انجم کبھی تو بچھڑنا ہی تھا دل لگی سے بھی دامن بچانا تو تھا

جموں ۱۹۸۴ء

ق

قلم بے بس ہے کہ وہ لائے حساب میں
ستم جو ہم پہ ہوئے دور شباب میں
ٹوٹ کر چاہنے کا بدلہ دے دیا دل توڑ کر
اک اضافہ اور وہ کر گئے وفا کے باب میں

جموں ۱۹۸۳ء

☆

تجھے دیکھا تجھے چاہا تجھے سجدہ کیا میں نے
بنا کے دل میں رکھا اے صنم تجھکو خدا میں نے

اسے کب لوٹ آنا تھا وہ کب وعدہ وفا کرتا
اسے غزلوں میں ڈھالا جو یہی اچھا کیا میں نے

یہ پتے پھول کاغذ ریت کے صحرا سبھی کم تھے
تیرا نام آسمانوں پہ سمندر پہ لکھا میں نے

محبت ایک ست رنگی شمع ہے جس کے دامن میں
کوئی ہنستا ہوا دیکھا کوئی روتا ہوا میں نے

تیرے دل سے ستاروں تک کبھی جاتی تھی جو راہیں
انہیں راہوں سے پوچھا عمر بھر تیرا پتہ میں نے

کوئی آندھی کو روکے یا سنبھالے آخری ہچکی
یونہی بس تھام کے رکھا ہے دل ٹوٹا ہوا میں نے

محبت خود فراموشی سرابوں کا سفر انجم
میں خود کو بھول بیٹھا جب تجھے اپنا لیا میں نے
پونچھ ۱۹۹۰ء

ق

انکو نہ بھول پائیں گے سوچا نہ تھا کبھی
یوں بھی وہ آزمائیں گے سوچا نہ تھا کبھی

دامن بچا کے آگئے تھے خارزار سے
پھولوں سے زخم کھائیں گے سوچا نہ تھا کبھی

☆

پیاسے لبوں پہ یارب سمندر تراش دے
یا ذہن سے خلیج کا منظر تراش دے

نہ پوچھو صدر بش کے مکرو فریب کی
کس کی مجال ایسا ستمگر تراش دے

اسلام دشمنی کو پہنا کر غمِ کویت
بصرہ میں کربلا کا سا محشر تراش دے

کل خواب میں فٹ پاتھ کی اک لاش نے کہا
فنکار ہے تو میرا مقدر تراش دے

جلتے سمندروں کے سب پنچھی اداس ہیں
خانہ بدوش مچھلیوں کو گھر تراش دے

(۱۹۹۱ء خلیجی جنگ کے پس منظر میں لکھی گئی) پُونچھ ۱۹۹۱ء

✪✪✪

☆

قسمت کو جبینوں میں رکھا سنجوگ ہاتھوں کی لکیروں میں
اقبال ستاروں میں رکھے یوں بٹ گئے ہم تقدیروں میں

وہ شخص جو مجھ سے ملتا تھا چاہت سے لیکن چھپ چھپ کے
میں نے ہی نمایاں کر ڈالا اس کو اپنی تحریروں میں

اب میں بھی نہیں وہ تم بھی نہیں وہ لطف گیا شوخی بھی گئی
ہاں کچھ کچھ باتیں ملتی ہیں اب بچپن کی تصویروں میں

دل تو ہے غم جاناں کیلئے جاناں نہ سہی دوراں ہی سہی
یہ ایسی دولت کب ملتی ہے دنیا کی جاگیروں میں

وہ آس لگائے بیٹھا ہے شاہینوں کی پرواز رکے
صیاد کو بھی معلوم ہے اب وہ زور نہیں زنجیروں میں

یہ اچھی صورت والے تو سب سپنوں کے سوداگر ہیں
مجھ سے پوچھو کیا رکھا ہے ان خوابوں کی تعبیروں میں

چاہت بھی دل میں عظمت بھی اقرار محبت بھی انجم
اب تک نہ دعائیں کام آئیں کیوں دیر ہوئی تاثیروں میں
پونچھ ۱۹۹۰ء

ق

مبارک انکو دولتیں سب میں بھی تو مسرور ہوں
میرے پہلو میں دل درد آشنا تو ہے
میں کیوں فلک سے روشنی مانگوں میری دہلیز پہ
اک ٹمٹماتا ہی سہی لیکن دیا تو ہے

☆

یہ میری غزل کی ہیں بندشیں یا ہیں تیرے شہر کی لڑکیاں
انہیں دیکھیئے بھی تو حیرتوں سے ہی پھیل جاتی ہیں پتلیاں

تو چرا کے لایا ہے خوشبوئیں گل موتیا سے گلاب سے
تیری رنگتوں کی مثال کیا گویا لوٹ لی سبھی تتلیاں

تیری شوخیوں کا حساب کیا تو سکول سے تو گذر کبھی
تیری آہٹوں پہ ہی اچھے بچوں کو بھول جاتی ہیں گنتیاں

یہ وفا کی راہوں میں الجھنیں تو ازل سے تھیں اور آج بھی
تجھے اپنی امی کا خوف ہے مجھے روزگار کی سختیاں

یہ آج تو اک فریب ہے جہاں تو ہے کل کوئی اور ہو
ابھی کل تلک تھی سجی ہوئی یہاں میرے نام کی تختیاں

تجھے موج طوفان لے گئی مجھے ناخداؤں کی سازشیں
کبھی ساحلوں کے بگاڑ سے بھی تو ڈوب جاتی ہیں کشتیاں

اب چھوڑ بھی یہ نصیحتیں مجھے کالجوں سے ملے گا کیا
غم عاشقی ہے وہ غم صنم جہاں ہیچ ہیں ساری ڈگریاں
پونچھ ۱۹۹۱ء

ق

پوچھو نہ بات اس بت کافر کے حسن کی
کس کی مجال ایسا ستمگر تراش دے

یارب یہ بندگی یہ غم دل غم حیات
پابندی وفا ہے تو پتھر تراش دے

☆

اب بھی مایوس نہیں تیرے دیوانے تجھ سے
اپنے وابستہ ہیں کچھ خواب سہانے تجھ سے

مجھے یقیں ہے کہ نہ روک سکوگے آنسو
جب بھی پوچھے گا کوئی میرے فسانے تجھ سے

کیا خبر تھی کہ یہ قطرے بھی سمندر ہونگے
ہم تو نکلے تھے یہ اشک چھپانے تجھ سے

سب کو سکھلائے ہیں آدابِ محبت لیکن
کچھ نہ سیکھا کبھی تیری انا نے تجھ سے

تجھ کو اپنائے اور نہ غیروں کے حوالے دیکھے
کیا توقع ہے میری الفت کو نہ جانے تجھ سے

ایک پل بھی تو گوارہ نہ تھی دوری دل کو
کس نے مانگے تھے جدائی کے زمانے تجھ سے

اُنکا ملنا بھی تو انجم اک عطا تھی اُسکی
یہ بھی سچ ہے کہ وہ چھینے ہیں خدا نے تجھ سے

پُونچھ ۱۹۸۹ء

☆

اپنے ہیں نہ اپنے بیگانے ہمدرد ہمارا کوئی نہیں
اس شیشوں کے شہر میں شاید درد کا مارا کوئی نہیں

اُلفت کے پھول نہ کھلیں جہاں کیوں مجھکو وہاں لے جاتے ہو
صیاد سے خاروں کلیوں تک گلشن میں ہمارا کوئی نہیں

صحرائے حسن میں رکھ کے قدم منزل کی خواہش کیا معنیٰ
اور عشق تو ایسا دریا ہے کہ جس کا کنارا کوئی نہیں

پیاسی ہیں نگاہیں نہ دل میں طوفانِ تمنا اٹھتا ہے
ارماں ہیں نہ حسرت باقی اب جینے کا سہارا کوئی نہیں

آ جا اے اجل پھر ایسا سماں تنہائی میں کب ملتا ہے تجھے
خاموش ہے ہر اک سازِ زمیں اور چاند ستارا کوئی نہیں

جموں ۱۹۸۳ء

✿✿✿

☆

اسے خط لکھنا ہو جب بھی میری راہ و رسم لکھنا
ستاروں کی زباں میں چاند کو بھی محترم لکھنا

جو آئے روبرو تو وہ لپٹ کے رو بھی لے ہم سے
مگر اس شوخ کا خاصا ہے تحریروں میں کم لکھنا

فسانہ گل کے سائے میں ستاروں سے تیری باتیں
غزل خوشبو کے پیرائے میں، ہستی کے الم لکھنا

چمن کی داستانوں میں گلوں کا تذکرہ کرتے
اشارتاً دبے لفظوں میں کانٹوں کے کرم لکھنا

مقدر کی لکیروں پہ ملا جو اختیار اس نے
مناسب ہی یہی جانا میرے خانہ میں غم لکھنا

رقم ہو جب میری روداد ہستی احتیاطاً تم
دعائیں غیر کی احباب کے جور و ستم لکھنا

مسرت کا مقام انجم کہ فتویٰ دے کے آزؔر نے
یہ جائز کر دیا اس کے سراپا کو صنم لکھنا

سرینگر ۱۹۸۹ء

☆

اچھا تھا کہ الفت کی سنگین سزا ہوتی
پر ہجر سے بڑھ کر یہ ہوتی بھی تو کیا ہوتی

جو حسن کے ماروں میں احساس وفا ہوتا
اس درد محبت کی کوئی تو دوا ہوتی

ہوتیں جو تیری آنکھیں پیمانہ وفاؤں کا
یہ شے بھی میرے دل میں اوروں سے سوا ہوتی

اے جان تمنا خود تاثیر فلک دیتا
اپنی ہی طرح لب پہ تیرے جو دعا ہوتی

شاید کہ عبادت کا مل جاتا صلہ انجم
یہ تیرے بجائے جو بنام خدا ہوتی

پونچھ ۱۹۹۰ء

☆

کسے کیا خبر کوئی کیا جانتا ہے
جو جانے تو بس اک خدا جانتا ہے

زمانہ بھی غافل نہیں داستاں سے
میرے ساتھ جو کچھ ہوا جانتا ہے

جو آئے ہے من میں کئے جا رہے ہیں
یہاں کون رسم وفا جانتا ہے

تمہی دوستو اسکا احوال پوچھو
میری بات کا وہ برا جانتا ہے

تمہیں ہی دعاؤں میں مانگا ہے انجم
میں جانوں یا دست دعا جانتا ہے

پُونچھ ۱۹۹۰ء

☆

میں ہوں تم سے جدا یہ کبھی نہ کہو
وہ تھی مجبوریاں بے رخی نہ کہو

دوستی کی یہ توہین ہے دوستو
ہر تعلق کو تو دوستی نہ کہو

زندگی کا تقاضا ہی کچھ اور ہے
سانس لینے کو ہی زندگی نہ کہو

خود سمجھ جاؤ گے موت کو ایک دن
مرنے والوں کی ہے بے بسی نہ کہو !

روح و دل کا ریاض ہے انجم
رسم الفت کو دل لگی نہ کہو

پونچھ ۱۹۸۹ء

☆

زندگی کی خدا را دعائیں نہ دے
جاں بلب ہوں اب اتنی سزائیں نہ دے

تو نے پایا مجھے اور پھر کھو دیا
میں گیا وقت ہوں اب صدائیں نہ دے

ہچکیاں لے رہی ہے شمع آرزو
بجھ نہ جائے کہیں یوں ہوائیں نہ دے

زندگی بھر نہ جن کا تعارف ہوا
جاتے جاتے ہمیں یہ وفائیں نہ دے

ہر کسی پہ گماں تیرا ہونے لگے
میرے محبوب اتنی ادائیں نہ دے

خون سے لکھ نہ اشکوں میں کچھ بات کر
میری چاہت میں خود کو سزائیں نہ دے

وہ سمجھتا ہے دل کی زباں دوستو
کوئی انجم کو جھوٹی دعائیں نہ دے

پونچھ ۱۹۸۹ء

☆

کبھی کبھی بے گناہی بھی گناہ ہوتی ہے
حد سے بڑھ جائے تو محبت بھی سزا ہوتی ہے

روک سکتے ہیں کہاں راہ کے پتھر انکو
رازدانوں کی تو منزل پہ نگاہ ہوتی ہے

دل کی دنیا بھی تہذیب وتمدن کی طرح
خود سنورتی ہے خود ہی تباہ ہوتی ہے

میرے محبوب نہیں تم سے شکایت کوئی
ختم دنیا ہی سے اب رسم وفا ہوتی ہے

سوز انجم کو فقط ذوق طبیعت نہ کہو
غم میں جلتے ہیں زمانے میں جلا ہوتی ہے

پُونچھ ۱۹۹۰ء

❀❀❀

☆

کوئی بتائے کیا ہوتا ہے
دل میں کچھ کچھ سا ہوتا ہے

ہوتا ہے جب پاس وہ میرے
دل کا حال جدا ہوتا ہے

حد سے آگے بڑھ جائے تو
آخر درد دوا ہوتا ہے

لب پہ نام نہیں جو آتا
دل پہ لکھا ہوا ہوتا ہے

کاش! تمہیں احساس ہو انجم
درد محبت کیا ہوتا ہے

پونچھ ۱۹۹۰ء

❁❁❁

☆

پہلو میں انکے بیٹھ کے جنت بھی دیکھ لی
ان سجدا ہوئے تو قیامت بھی دیکھ لی

آئے تھے چشم تر لئے جاتے ہیں اشکبار
دو دن میں زندگی کی حقیقت بھی دیکھ لی

میرے مزار کے سبھی رستےبدل دیئے
یاروں کی آج سب نے مروت بھی دیکھ لی

کیوں اب کسی سے کیجئے بے جا شکائتیں
یہ بہت ہے دو گھڑی جو عنائت بھی دیکھ لی

انجم کسے ملا ہے وفاؤں کا یاں صلہ
اس جہاں کی چاہتیں بھی محبت بھی دیکھ لی

جموں ۱۹۸۵ء

☆

شب بھر چاند کو دیکھا ہے
بالکل تیرے جیسا ہے

دل کا حال اسی سے پوچھ
اشک وہیں سے آتا ہے

عشق ہے کیا معلوم نہیں
خواب سا ہم نے دیکھا ہے

مجھکو چھوڑ کے جانے والا
اب تک خود بھی تنہا ہے

عقل تو انجم قید سی ہے
اک دیوانہ کہتا ہے

پونچھ ۱۹۸۹ء

☆

ہوا دل اسطرح بے دل کسی سے
کہ خود کو بھی لگے ہم اجنبی سے

فرشتے بھی بہک جائیں زمیں پہ
وفا کا کیا تقاضا آدمی سے

ہیں لاکھوں تلخیاں پھر بھی حسیں ہے
نہ ہو بیزار اتنا زندگی سے

مقدر خود بگاڑا ہے تمہیں نے
نہ دیکھو اب ہمیں یوں بے بسی سے

دعا ہے آخری لب پہ یہ انجم
جدا ہو نہ کبھی کوئی کسی سے

پونچھ ۱۹۸۹ء

☆

خواب کی تعبیر کیا ہے جستجو کا کیا وجود
پتھروں کے عہد میں ان آئینوں کا کیا وجود

مان لوں کہنا تیرا لیکن اے میرے ہمنشیں
راستوں میں منقسم اک راہرو کا کیا وجود

جس پہ چلنے سے گریزاں ہر مسافر کے قدم
میں ہوں ایسا راستہ ان راستوں کا کیا وجود

ابھرتی تہذیب نو کی شوخیوں کے سامنے
مشرقی آنچل کی لٹتی آبرو کا کیا وجود

لاکھ پاکیزہ سہی انجم یہ اپنی چاہتیں
مصلحت کے سامنے ان چاہتوں کا کیا وجود

پونچھ ۱۹۸۹ء

❁❁❁

☆

پریشاں زندگی ہے اور ہم ہیں
تیری بیگانگی ہے اور ہم ہیں

شب تاریک میں یادوں کی خوشبو
ذرا سی چاندنی ہے اور ہم ہیں

اُدھر موج جوانی اور تم ہو
اِدھر تشنہ لبی ہے اور ہم ہیں

ہماری زندگی کیا زندگی ہے
کہ جاں تو چھن گئی ہے اور ہم ہیں

غموں کی بھیڑ میں کھوئے ہیں انجم
بس اک اُنکی کمی ہے اور ہم ہیں
پُونچھ۱۹۹۲ء

☆

دنیا میں تو ہر شے سجی بازار کی طرح
کچھ ہم ہی بن سکے نہ خریدار کی طرح

ہے شرط چہرے سے ہوں عیاں نئی سرخیاں
انسان بھی بک جاتے ہیں اخبار کی طرح

فاصلے سمٹا کے رکھ دیتے ہیں ہجر و وصل میں
اقرار بھی کرتے ہیں وہ انکار کی طرح

شوخی چھپا کے پردہ معصومیت میں وہ
لگتے ہیں دل نشیں میرے اشعار کی طرح

انجم وہ رکھ سکے نہ مسیحا کا پاس تک
میں نے تو ضبط رکھا تھا بیمار کی طرح

جموں ۱۹۸۵ء

☆

جانے پیار کہاں رہ جائے
مٹ کر ایک گماں رہ جائے

سوچا تھا انجام یہ کس نے
دل ہو خاک دھواں رہ جائے

سینے سے اک بار تو لگ جا
دل میں ایک سماں رہ جائے

بدلے ہیں حالات جہاں کے
جانے کون کہاں رہ جائے

ہائے یہ بے بسی کہ انجم
سر پہ آسماں رہ جائے

پونچھ ۱۹۹۰ء

❁❁❁

☆

محبت کو وفا کو آرزو کو کیا ہوا اب کے
الجھ کر خواہشوں سے لوٹ آتی ہے دعا اب کے

جہاں ہم تم ملے تھے چاندنی راتوں کے دامن میں
وہاں کچھ بھی نہ دیکھا تیری یادوں کے سوا اب کے

بہت بے کیف لگتی ہیں فضائیں بھی بہاریں بھی
تیرے بن سونا سونا ہے وہ جھرنا پیار کا اب کے

وہی موسم وہی رستے سفر تھا ہمسفر نہ تھے
کوئی پتھر سا یادوں کا میرے دل پہ رہا اب کے

جہاں پہ خوبصورت سی غزل تم نے سنائی تھی
وہی منظر میں تنہا دیر تک دیکھا کیا اب کے

ہوا بدلے فضا بدلے بجا پر ستم تو یہ ہے
کہ جس پہ نام لکھا تھا وہ پتھر بھی نہ تھا اب کے

خیالوں سے جو گذرا خواب کی صورت کوئی انجم
کوئی پلکیں جھکائے دیر تک روتا رہا اب کے
پونچھ ۱۹۹۰ء

ق

آنسوؤں کو ضبط سے آزاد کر کے دیکھتے
لمحہ بھر بیتے دنوں کو یاد کر کے دیکھتے
دنیا کے اطوار سے بیزار ہو لیکن کبھی
تم دبے ہونٹوں ہمیں بھی یاد کر کے دیکھتے
جموں ۱۹۸۵ء

☆

اے دل دنیا میں دل والے اک ہم ہی نہیں کچھ اور بھی ہیں
دنیائے محبت کے مارے اک ہم ہی نہیں کچھ اور بھی ہیں

قسمت نے ہزاروں غرق کئے قسمت نے کئے برباد کئی
قسمت کا گلہ کرنے والے اک ہم ہی نہیں کچھ اور بھی ہیں

کس کس کی سنیں ہر شخص یہاں لب پہ ہے لئے روداد ستم
غم کا ماتم کرنے والے اک ہم ہی نہیں کچھ اور بھی ہیں

جو درد سہے یا ناز اٹھائے سچ پوچھو تو بس ہم نے
یہ مانا تیرے دیوانے اک ہم ہی نہیں کچھ اور بھی ہیں

اے دوست نہ کر شکوہ ہرگز دنیا کی بے وفائی کا
ان راہوں میں ہارے تھکے اک ہم ہی نہیں کچھ اور بھی ہیں

اے کاش حوادث ہوں تو ہوں احساس کی قوت نہ ہوتی
حساس دلوں کے مارے ہوئے اک ہم ہی نہیں کچھ اور بھی ہیں

زندہ در گور کیئے لاکھوں ایام کی گردش نے انجم
جو دنیا میں مر مر کے جیئے اک ہم ہی نہیں کچھ اور بھی ہیں
جموں ۱۹۸۵ء

ق

آتا ہے لب پہ نام وہ دست دعا کے ساتھ
ہم سے جدا ہوئے تھے جو عہد وفا کے ساتھ
لگتا نہ تھا سفینہ اب ساحل کو چھو سکے
خود ہی بگاڑ لی ہے ہم نے ناخدا کے ساتھ

جموں ۱۹۸۴ء

☆

محبت سے جنوں تک چاہتوں کا سلسلہ نکلا
تمہیں دیکھا تو دل سے خواہشوں کا قافلہ نکلا

جسے نظروں سے دل تک کا سفر سمجھے تھے ہم دونوں
چلے تو وہ سفر کوئی صدی کا فاصلہ نکلا

تجھے شعروں میں ڈھالیں گے غزل میں گنگنائیں گے
تیرے غم کو چھپانے کا عجب یہ سلسلہ نکلا

یہ سپنے ہی سہی لیکن ہمیں اب تم سے ملنے کی
کوئی صورت نظر آئی کوئی تو راستہ نکلا

وہ کہہ دیتا ہے ہر اک بات سب کے روبرو انجم
اسے ہر ایک پہلو سے جو دیکھا آئینہ نکلا

پونچھ ۱۹۹۰ء

&&&

☆

درد ہوتا ہے آہ کرتا ہوں
یوں تو میں بھی نباہ کرتا ہوں

اب تو جینا لگے ہے جیسے میں
کوئی سنگیں گناہ کرتا ہوں

چار آنسو ابل ہی پڑتے ہیں
جب بھی دل پہ نگاہ کرتا ہوں

اب بھی تیری وفا کا طالب ہوں
پھر سے وہی گناہ کرتا ہوں

رات کٹتی ہے آنکھوں میں انجم
صبح دم بھی میں آہ کرتا ہوں

سرینگر ۱۹۸۶ء

☆

صلہ کیا ملا ہے وفادار بن کے
رہے ہر نظر میں گناہگار بن کے

تیرا آستاں ہے کہ ماتم کدہ ہے
مسیحا بھی جاتا ہے بیمار بن کے

نہ کرتے دعائیں تو وہ مل بھی جاتا
گنوایا ہے اسکو طلبگار بن کے

جہاں کی سزاؤں سے چاہت میں آ کے
رہا ہو گئے ہم گرفتار بن کے

نفع ہی نفع ہے محبت میں انجم
میں آنسوؤں کے خریدار بن کے

پونچھ ۱۹۹۰ء

&&&

☆

حادثے بھی گذر ہی جائیں گے
یہ زخم بھی تو بھر ہی جائیں گے

کارواں بھی غبار کی صورت
راستوں پہ بکھر ہی جائیں گے

یوں ہی دیکھا کیئے انہیں تو پھر
جان و دل میں اتر ہی جائیں گے

نیند لے کے جہاں وہ جائے گا
اشک میرے ادھر ہی جائیں گے

انکی محفل میں آنے جانے سے
کچھ تو ہم بھی سنور ہی جائیں گے

پُونچھ ۱۹۹۲ء

☆

مصور نے کہیں پہ جا بجا رنگینیاں بھر دیں
کہیں معصوم بچوں کے لبوں پہ سسکیاں بھر دیں

جبینوں پہ شکن ڈالی نگاہوں سے بھرم چھینا
مروت کی جگہ ذہنوں میں بھی تاریکیاں بھر دیں

حجاب آلود نظریں خاصہ تھیں خاتون مشرق کا
ہوس مندوں نے اس تہذیب میں بے باکیاں بھر دیں

تیرا آنا بھی دل کی وادیوں میں کیسا آنا تھا
کہ سنجیدہ فضاؤں میں غضب کی شوخیاں بھر دیں

حسیں شاہکار ہے انجم بھی اسکے شاہکاروں میں
فقط خاکہ سنہری زندگی میں تلخیاں بھر دیں

پونچھ ۱۹۸۹ء

❁❁❁

☆

تو نہیں تو جان جاں کوئی نہیں
میرے دل کا رازداں کوئی نہیں

الٹی تدبیریں ہیں سب کے ہاتھ میں
سچے خوابوں کا جہاں کوئی نہیں

میں جہاں تھا آج محفل ہے وہاں
تم جہاں تھے آج واں کوئی نہیں

اپنی تقدیروں میں تا حد نظر
منزلوں کا سا نشاں کوئی نہیں

آرزو دل میں نہ انجم حسرتیں
آ بھی جا کہ اب یہاں کوئی نہیں

پونچھ ۱۹۹۰ء

♑♑♑

☆

وہ گھروندا جس پہ ٹوٹا آسماں میرا ہی تھا
بجلیاں جس پہ گریں وہ آشیاں میرا ہی تھا

زخم کھا کر دے دعائیں جو تجھے اس شہر میں
ہے کوئی یہ تو خلوصِ بے کراں میرا ہی تھا

دیکھتا تھا سب مگر کچھ مصلحت تھی چپ رہا
جل رہا تھا سامنے جو آشیاں میرا ہی تھا

دوستوں کی رنجشیں کچھ تلخیاں ماضی کی یاد
گذرا اتنے حادثوں کے درمیاں میرا ہی تھا

تنکا تنکا خواب میرے منتشر کرتی گئیں
آندھیوں کی زد پہ انجم بس مکاں میرا ہی تھا

سرینگر ۱۹۸۶ء

☆

تشنگی میری گئی نہ میری تنہائی گئی
دامن ہستی میں الفت کی کمی پائی گئی

جب بھی دیکھا دھڑکنیں محسوس کیں تصویر میں
یوں لگا جانِ تغزل رو برو لائی گئی

ہم نے پوچھا کیا ہوئی حسن و جوانی آپکی
بولے وہ رحمت خدا کی تھی کہ جو آئی گئی

مصلحت کی نذر ہو جاتی ہیں انجم چاہتیں
پاک رشتوں کی جہاں سے اب شناسائی گئی

پونچھ ۱۹۸۹ء

✿✿✿

☆

کہ رہ رہ کے اکثر ہمیں یاد آئیں
تمہاری جفائیں تمہاری وفائیں

مجھے ایسی انجاں حسیں وادیوں سے
بلاتی ہیں جانے یہ کس کی صدائیں

چلے تھے کبھی مل کے جن راستوں پر
تمہی ان سے کہدو ہمیں بھول جائیں

میرا دل میری جان مجھ سے چرا کر
یہ جینے کی دیتے ہو کیسی سزائیں

ارے اے رقیبو تمہیں ان سے کہدو
جو توڑا ہے رشتہ تو اب نہ ستائیں

انامیکا والی گلی سے گذرتے
نہ جانے کسے ڈھونڈتی ہیں نگاہیں

یہ اترے فلک سے تمہاری ہی خاطر
نہ دینا تھی انجم کو اتنی سزائیں

جموں ۱۹۸۶ء

☆

اداؤں میں کمی کر دے فضا میں سادگی بھر دے
تبسم یوں ہی رہنے دے نظر میں دلکشی بھر دے

بدلتا دور ہے ذوق تغزل کی قسم تجھ کو
میرے محبوب سوچوں میں ذرا سنجیدگی بھر دے

مجھے تو نت نئی تخلیق سے بہتر لگے یا رب
انہی افسردہ چہروں میں ذرا سی تازگی بھر دے

میرا دعویٰ ہے پائے گا یہیں بکھرے ہوئے موتی
کوئی تاریک گلیوں میں کبھی جو روشنی بھر دے

کبھی قسمت جو لائے محفلوں میں جانِ محفل کو
زمانے بھر کی بے کیفی میں انجم زندگی بھر دے

پونچھ ۱۹۸۹ء

☺☹☹

☆

نیند آئی نہ مجھکو شب ہجر میں کروٹیں میں بدلتا رہا دیر تک
چاند روٹھا رہا مجھ سے شب بھر مگر تیری یادوں کا دیپک جلا دیر تک

دل میں انجان بن کے جو بستے رہے وہ تو مہمان تھے انکو جانا ہی تھا،
اُنکے جانے سے جانے کیوں اسقدر رہی بدنام رسم وفا دیر تک

اس گلستاں کے پھولوں میں خوشبو سہی اسقدر تو نہ تھی اس سے پہلے کبھی
انکے کوچہ سے ہو کے نہ آئی ہو یہ تھی معطر نسیم صبا دیر تک

وصل میں نہ ملی ایسی لذت کبھی جو جدائی کی بیتابی دل میں ہے
اب شب وروز اپنی یہی ہے دعا دل دھڑکتا رہے یا خدا دیر تک

آشنائی کا ہرگز یہ مطلب نہ تھا تم چُرا کر ہمارا سکوں لے گئے
تم پلٹ کر نہ آؤ گے معلوم تھا پھر بھی دیکھا کئے راستہ دیر تک

آرزو میرے لب پہ نہ شعلہ بنی گرچہ دل پہ گریں بجلیاں بارہا
اک کسک سے تمناؤں کا یہ دھواں کیوں نہ معلوم پھر بھی اُٹھا دیر تک

کیا ضروری ہے مسکان میں ہو خوشی دل کی دنیا سے انجم نہ واقف کوئی
دن کو ہنستا رہا شب کے پچھلے پہر گل بھی آنسو بہاتا رہا دیر تک

جموں ۱۹۸۳ء

ق

پل بھر جو سیر گلشن میں مصروف ہم رہے
کانٹوں سے کھیلے پھولوں میں کلیوں میں کم رہے
وعدہِ یار نے دئے پہرے لب اظہار پر
خاموش سہتے دنیا کا ہم ہر ستم رہے

❁❁❁

☆

غموں کی بارشیں اپنوں پہ برسایا نہیں کرتے
سنو سرکار میرے ساتھ تم اچھا نہیں کرتے

کیا کرتے ہیں یوں جذبات کی باتیں بہت لیکن
ملے جو اختیار انسان کچھ سوچا نہیں کرتے

میری چشم تمنا دو جہاں کو دیکھ لیتی ہے
کوئی چلمن ہٹا بھی دے تو ہم دیکھا نہیں کرتے

مسافر منزلیں پا کر سفر کو بھول جاتے ہیں
مگر دو چاہنے والے کبھی ایسا نہیں کرتے

کہیں نہ کھو کے رہ جائے نظاروں میں ستاروں میں
حسیں راتوں میں انجم دیر تک جاگا نہیں کرتے

پونچھ ۱۹۹۱ء

☆

کبھی تاریکیوں سے بھی نئی راہیں نکلتی ہیں
کبھی انکار سے امید کی کرنیں برستی ہیں

وہی ننھی سی جانیں جنکو اپنے خوں سے پالا تھا
میری بربادیوں پہ اب سر بازار ہنستی ہیں

کوئی تو بات ہے تم سے چھپائے جو نہیں چھپتی
یہ کیسے مان لیں دل سے یونہی آہیں نکلتی ہیں

میری ان جاگتی آنکھوں نے کیا کیا خواب دیکھے تھے
تصور میں ابھی تک بھی وہ تصویریں ابھرتی ہیں

دلوں کے درد کا انجم کوئی موسم نہیں ہوتا
سماں کوئی بھی ہو جانم میری آنکھیں برستی ہیں

پونچھ ۱۹۹۲ء

☆

جس شخص نے یادوں پہ اک عمر گذاری ہو
کیا اسکو سکھاؤ گے آداب وفا یارو

پھر آج ابھر آئی اشکوں میں وہی صورت
پھر جاگ اٹھا دل میں کچھ درد سوا یارو

طوفان بلا کا تھا تھا ضبط بھی طوفاں کا
دل میں نہ سمایا تو پلکوں پہ رکا یارو

وہ خواب سہی لیکن تسکین تو تھی دل کو
جب ٹوٹ گیا ہمکو احساس ہوا یارو

ہر بار تمنا کی نیا کو ڈبوتا ہوں
ہر بار بچاتا ہے اک دستِ دعا یارو

پونچھ ۱۹۹۰ء

❁❁❁

☆

محبت میں غموں کے سلسلے اچھے نہیں لگتے
دلوں کے درمیاں یہ فاصلے اچھے نہیں لگتے

تری آنکھوں میں خود کو یوں سنورتے دیکھ آئے ہیں
تمہیں دیکھا ہے جب سے آئینے اچھے نہیں لگتے

کبھی امی، کبھی آپا، کبھی مجبوریاں اپنی
چلے آؤ ہمیں یہ چونچلے اچھے نہیں لگتے

ہاں ابُو سے بھی کہنا مشورے کا شکریہ لیکن
انہیں ہم اور ہمیں یہ مشورے اچھے نہیں لگتے

اکیلے طے نہیں ہوتا محبت کا سفر انجم
تمہارے بن یہ تنہا راستے اچھے نہیں لگتے

❁❁❁

☆

کسی ظالم کو بھی احباب نے ہمدردیاں لکھ دیں
کسی حقدار کے حق میں فقط محرومیاں لکھ دیں

جو تقدیریں بنائیں جو سنواریں گیسوئے جاناں
انہی معصوم ہاتھوں نے مجھے مجبوریاں لکھ دیں

میں پتھر ہو چلا ہوں جب تیرے وعدوں کے سنگم پہ
یہ کیسے موڑ پہ تو نے مجھے تنہائیاں لکھ دیں

تیری سکھیاں بھی شوخی سے یقیناً پوچھتی ہونگی
یہ کس نے خط میں تجھ کو اس قدر بے تابیاں لکھ دیں

مجھی سے پوچھتی ہیں اب میری قسمت کی ریکھائیں
تیرے جیون میں انجم کس نے بے جا تلخیاں لکھ دیں

پونچھ ۱۹۸۹ء

❁❁❁

☆

کیا سمجھائیں کیسا تھا　　وہ جیسا تھا اچھا تھا

پاس گئے احساس ہوا　　وہ بھی کتنا تنہا تھا

غم کی بھیڑ میں کھویا کھویا　　پھر بھی ہنستا رہتا تھا

درد و الم ہو شکوہ ہو　　ہم سے کہتا سنتا تھا

عشق کیا بدنام ہوئے　　بس اتنا سا قصہ تھا

خواب جزیروں کا اک باسی　　پل دو پل کو آیا تھا

تصویروں کے شہر میں جا کر　　باتوں میں کیا رکھا تھا

پیار تو ہے اک بھول سراسر　　میں کب سے سمجھاتا تھا

دور سہی ہم سے لیکن　　دل کا ایک سہارا تھا

خاص نہیں تھا پھر بھی انجم　　اپنے دل کو بھاتا تھا

پونچھ ۱۹۹۱ء

☆☆☆

☆

ان آنکھوں میں کیا رکھا ہے
عشق ہے اور چھپا رکھا ہے

دیوانہ ہوں آندھی میں بھی
ایک چراغ جلا رکھا ہے

تیرے پیار میں ہم نے دیکھو
کیسا حال بنا رکھ ہے

تیری یادوں نے سینے میں
اک کہرام مچا رکھا ہے

دل کی دیواروں پہ انجم
تیرا ہی نام لکھا رکھا ہے

پونچھ ۱۹۹۲ء

☆☆☆

☆

سوکھے ہوئے پھولوں میں کلیوں کی جوانی ہے
بجھتی ہوئی آنکھوں میں ماضی کی کہانی ہے

ذروں کی طرح دل سے ہر یاد مٹا دے گا
لمحوں کے تعاقب میں موجوں کی روانی ہے

مجبور نگاہوں کو دیکھا تو یقیں آیا
کہ تیری کہانی بھی اپنی سی کہانی ہے

ہم کو بھی زمانہ اب شاید نہ بھلا پائے
ہر لب پہ فسانے ہیں، ہر گام نشانی ہے

صدیاں نہ چکا پائیں لمحوں کا حساب انجم
ہر سانس سے وابستہ اک یاد سہانی ہے

پونچھ ۱۹۸۹ء

❁❁❁

☆

جہاں بھی ملے تو وہاں چومتے ہیں
اے دھرتی تجھے آسماں چومتے ہیں

تیری رہگذر ہو کہ سپنوں کی وادی
یہ دیوانے ہر اک نشاں چومتے ہیں

وہ تجھ سا ہو کوئی یا تیری ادا ہو
نگاہوں سے تیرا گماں چومتے ہیں

یہی جان کر ہم نے اپنائے کانٹے
گلوں کو تو اہلِ جہاں چومتے ہیں

یہ خوبی قسمت بھی دیکھو تو انجم
جبیں تیری خود آستاں چومتے ہیں

پونچھ ۱۹۸۹ء

☆

تیرے جوبن کی بہار اف وہ جوانی تیری
کیسے ناداں تھے جو قدر نہ جانی تیری

غم کو سینے سے لگایا ہے لگا رکھیں گے
کھونے دینگے نہ کبھی ہم یہ نشانی تیری

لاکھ بدلے تو نگاہیں اے بچھڑنے والے
دل لبھاتی ہے یہ تصویر پرانی تیری

انکو چاہیئے کوئی قصہ یہ زمانے والے
خود بنا لیں گے کوئی اور کہانی تیری

داستانوں میں کہاں دلکشی ایسی انجم
تیرا قصہ ہو اور وہ بھی زبانی تیری

پُونچھ ۱۹۹۰ء

❁❁❁

☆

شام کے تارے جواں ہونے لگے
ظلمتوں کے رازداں ہونے لگے

پہلے رستے کا جنہیں پتھر کہا
اب وہ منزل کا نشاں ہونے لگے

رفتہ رفتہ مٹ گئے تیرے نقوش
خواب سارے بھی دھواں ہونے لگے

جن کو پوجا وہ خدا ہرگز نہ تھے
اپنے سجدے رائیگاں ہونے لگے

یوں مجھے نہ دیکھ اب ایسا نہ ہو
بے وفائی کا گماں ہونے لگے

جانِ انجم بھی کبھی دیکھے اے کاش!
ہم کہ اب رشکِ جہاں ہونے لگے

پونچھ ۱۹۹۰ء

☆

باتوں میں الجھتا ہے سوچوں میں سنورتا ہے
اک خواب حقیقت کا کب روپ بدلتا ہے

خود بھی تھا جدا سب سے راہیں بھی جدا کر لیں
اب حرف دعا بن کے کیوں لب پہ مچلتا ہے

فطرت میں وہ بادل ہے ہم جانتے ہیں اسکو
صحرا پہ گرجتا ہے ساگر پہ برستا ہے

اک درد سا ہوتا ہے بس یہاں یہیں پہ بس
جب یاد تیری آئے کوئی خار سا چبھتا ہے

اک آس بندھاتا ہے احساس وفا اس کا
تجھکو بھی کوئی انجم اپنا تو سمجھتا ہے

پونچھ ۱۹۸۹ء

☆

سب کے ساجن پاس بلائیں عید منائیں عید کے دن
میرے نینا ساون جیسے خون رلائیں عید کے دن

دکھ جھیلے اک سال پیا کی آس لگائے آنکھوں میں
عید ملن ہے عید بھی کیا جب وہ نہ آئیں عید کے دن

غزل لگائے سینے سے جب گیت رلائیں ایسے میں
میرے شعر بھی مجھکو تیری یاد دلائیں عید کے دن

جگ میں ہر سو بکھری خوشیاں اپنے جیون میں اندھیارے
ہم اپنے ٹوٹے سپنوں سے دل بہلائیں عید کے دن

آس کا دیپک جلتا رکھنا رکھنا دور نراشا من سے
انجم چلو انامیکا کو غزل سنائیں عید کے دن

پُونچھ ۱۹۹۰ء

☆

وہ رات کی رانی آنگن میں آئی تھی کبھی خوشبو کی طرح
سوچوں بھی تو سوچوں پہ میری چھا جاتی ہے جادو کی طرح

دل ہی کو نہیں چاہت میں تیری جاں کو بھی جلایا ہے، ہم نے
برسوں تک من مندر میں تجھے پوجا ہے کسی سادھو کی طرح

سو بار زمانے نے جاناں ہم کو یوں مقابل دیکھا ہے
بیتاب سوالی آنکھیں اور وہ حسن کسی بابو کی طرح

جب پھول مہکتے دیکھوں تو اک خواب کی صورت آنکھوں میں
تصویر تیری آجاتی ہے پلکوں میں چھپے آنسو کی طرح

یوں رنگ بدلنا دنیا کا دستور سہی لیکن انجم
تو شمع وفا نہ رکھا کر جلتی بجھتی جگنو کی طرح

سرینگر ۱۹۹۲ء

☆

ذوق تیرا برسوں تجھکو تڑپائے گا
کس کس کے دل سے تو دل بہلائے گا

اپنا کیا ہے یہ جفا بھی سہ لیں گے
دیکھ لے ظالم تو اک دن پچھتائے گا

اول اول ساری دنیا چاہے گی
آخر میرا نام ہی لب پہ آئے گا

سندر سندر خواب سجا کر دیکھ لئے
اپنا غم ہی آخر دل بہلائے گا

جب اپنی چاہت کا بھی یہ حشر ہوا
کون کسی کو سچے دل سے چاہے گا؟

ہم نے ہی جب سیس جھکانا چھوڑ دیا
کون تجھے یوں ٹوٹ کے انجم چاہے گا

پونچھ ۱۹۹۱ء

☆

کیسے بھولے بھالے ہو
خواب کی باتیں کرتے ہو

اپنے دل کو بھی سمجھاؤ
دنیا کو سمجھاتے ہو

لوگوں سے سنتا رہتا ہوں
سوچ میں ڈوبے رہتے ہو

تجھ پہ واروں ساری دنیا
کتنے پیارے پیارے ہو

مجھ سے کتنا پیار ہے انجم
کیا کیا لکھتے رہتے ہو

جموں ۱۹۹۲ء

☆

آج بھی خوابوں میں ہے کچھ روشنی کہنا اسے
دل کے رشتوں میں نہ برتے بے رخی کہنا اسے

اجنبی لگتا ہے یہ سارا جہاں تیرے بغیر
تیرے بن کٹتی نہیں اب زندگی کہنا اسے

تم جہاں ملتے تھے واں پہ آج بھی ہے منتظر
پیڑ کے سائے تلے اک اک آدمی کہنا اسے

چاہتوں کے بعد بھی ان قربتوں کے باوجود
اب بھی ہونٹوں پہ لکھی ہے تشنگی کہنا اسے

جان انجم تو کبھی بام ثریا پہ تو آ
ڈھونڈتی ہے جگنوؤں کی روشنی کہنا اسے

پونچھ ۱۹۹۱ء

✿✿✿

☆

وہ دور ہوا بچھڑا تو نہیں
میں ٹوٹ گیا بکھرا تو نہیں

سینے میں پیار بھرا دل ہے
پتھر کا کوئی ٹکڑا تو نہیں

اللہ ! یہ طوفاں اب کے برس
معصوم کوئی رویا تو نہیں

الفت میں بھی ہم یکتا ہیں تجھے
پوجا ہے فقط چاہا تو نہیں

پوچھو گے زمانے سے اک دن
انجم سا کوئی دیکھا تو نہیں

جموں ۱۹۹۲ء

☆

خواب میں چلتے رہتے ہیں
آگ میں جلتے رہتے ہیں

ہم بھی کیسے دیوانے ہیں
دنیا کو سمجھاتے ہیں

دل کی کھڑکی کھولو تو
سارے موسم اچھے ہیں

تیرے بن اپنا معمول
یاد میں ڈوبے رہتے ہیں

اپنا حال نہ پُوچھو، انجم
کہنے کو تو اچھے ہیں

جموں ۱۹۹۲ء

❁❁❁

☆

اے جان انجم اے جان جاں
تجھے کیا خبر کیا ہیں تلخیاں

تو میرا ہی غم نہ سمجھ سکا
ہائے پاس رہ کے یہ دوریاں

تجھے اتنا بھی نہیں یاد اب
میں جلا کے آیا تھا کشتیاں

جو تیری نگاہوں میں گم ہوا
اسے ڈھونڈتا بھی کوئی کہاں

مجھے خواب جان کے بھول جا
میں بجھا چکا ہوں چراغ جاں

جموں ۱۹۹۲ء

☺😐☹

☆

سوچ رہا ہوں تیرے دل کا موسم کتنا اچھا ہوگا
خواب جزیروں پہ جب کوئی آس کا پنچھی اترا ہوگا

چاند نگر میں جا کر اسکو یاد میری جب آئی ہوگی
آنگن کے اس پیڑ تلے اک سایہ سا لہرایا ہوگا

چلتے چلتے اک اک بات پہ تو بھی تو رک جاتی ہوگی
جب جب ساون کے اشکوں سے تیرا دامن بھیگا ہوگا

مجھکو ہے معلوم کہ تم پہ ایک قیامت گذری ہوگی
بچپن کا وہ بچھڑا ساتھی لوٹ کے جب نہ آیا ہوگا

رستہ روکے تو ہو جائیں دو دو ہاتھ زمانے سے بھی
ہم نے تو یہ عزم کیا ہے تم نے بھی کچھ سوچا ہوگا

پونچھ ۱۹۹۱ء

❁❁❁

☆

فطرت سے اپنی باز نہ آئے گا آدمی
پھر سے پلٹ کے غار میں جائے گا آدمی

اپنی ہی صورت آئینہ حق کے سامنے
دیکھے جو بے نقاب شرمائے گا آدمی

دنیا میں وفا ایک لا حاصل سی جستجو
کب تک فریب یار بھی کھائے گا آدمی

وہ وقت اپنی دید کو شاید نہ ہو نصیب
جب آدمی کے زخم سہلائے گا آدمی

انساں کے مقدر میں سرابوں کا سفر ہے
جانے دو خود ہی لوٹ کے آئے گا آدمی

پُونچھ ۱۹۹۰ء

☺😐☹

☆

ہاتھ اٹھتے نہیں دل سے دعا کیا مانگوں؟
جانے والے بتا تیرے سوا کیا مانگوں؟

تیری بستی میں اندھیرے کی حکمرانی ہے
اس شہنشاہ سے اجالے کیا ضیا کیا مانگوں؟

خشک صحرا بھی ہے بادل بھی نگاہوں میں تیری
تجھ سے رحمت کے سوا میرے خدا کیا مانگوں؟

اس جہاں میں تو الٰہی نہیں اگتی یہ فصل
تیری دنیا میں محبت کا صلہ کیا مانگوں؟

تو ہے قاتل میری معصوم تمناؤں کا
میرے منصف یہ بتا خونبہا کیا مانگوں؟

جموں ۱۹۹۳ء

☺😐☹

نظم: **وارث شاہ**

مجھے اپنی وفائیں دے!

میں تیرے نام کرتا ہوں

خیالوں کی نزاکت

روح کی پاکیزگی

سپنوں کی سندرتا

مجھے اپنی وفائیں دے!

کروں قربان تجھ پہ میں

تصور کا حسن

دل کی پشیمانی

حسیں یادیں

مجھے اپنی وفائیں دے!

میں تیرے نام کرداہاں

بساکھی رُت

وچھوڑے دی چبھن

کلیاں دی نمرتا

مجھے اپنی وفائیں دے!

صنم تو ہیر ہے میری

میں وارث شاہ ! سرینگر ۱۹۹۶ء

نظم

قیامت

ایک ندیا کے جب دو کنارے تھے ہم
تو ملن رت کہاں اپنے سنجوگ میں
میں ہوں شبنم کا قطرہ
تو پہلی کرن
ہاں
وہ مغرب کے سورج کی پہلی کرن!

سرینگر ۱۹۹۶ء

✪✪✪

☆متفرقات

اداس آنکھوں میں سپنے سجا گیا کوئی
شب حیات میں جگنو جگا گیا کوئی

جلا کر راکھ کر دیتا مجھے سورج زمانے کا
پناہ دیتے رہے لیکن خیالِ یار کے سائے

جگر کے خون سے انجم غموں کی آبیاری کر
کہیں نخلِ وفا دل کے سکوں سے سوکھ نہ جائے

مدت سے ہم ہیں قبر میں بے خوف وغم پڑے
اب وہ نہیں جو تیرے غم سہتے تھے زندگی

انجم جی اسقدر بے مروت نہ ہو کوئی
مارا اسی نے ہم جسے کہتے تھے زندگی

امتحاں سے کیوں ڈریں اولادِ ابراہیم ہیں
آگسے دامن بچانا ہم کو آتا ہی نہیں

خلوت میں کبھی جو شام ڈھلے موسم ہو کسی کی آمد کا
سینے سے نکل کر دل انجمؔ آنکھوں میں دھڑکنے لگتا ہے

اب کوئی دیکھے میرے سینے کی صفائی یارو
دل سے ہر اک تصویر مٹا دی میں نے

موت آئی تو یہ احساس بھی جاگا انجمؔ
اک طویل عمر پل بھر میں گنوا دی میں نے

کاسہ دل لیکے اب پھرتا ہے در بدر
انجمؔ وفا کے شہر کا جو تاجدار تھا

پہلو میں انکے بیٹھ کے جنت بھی دیکھ لی
ان سیجدا ہوئے تو قیامت بھی دیکھ لی

آئے تھے چشم تر لئے جاتے ہیں اشکبار
دو دن میں زندگی کی حقیقت بھی دیکھ لی

اچھا کیا خلوص و وفا تم نے چھوڑ کے
میں بھی اب اس خیال کا قائل نہیں رہا

میرا دعویٰ وہ حسیں ہے چاند پہ دنیا بضد
چودھویں شب روبرو یہ فیصلہ ہو جائیگا

میں زمانے بھر کے دل میں دھڑکنیں رکھ جاؤنگا
یوں نہ سوچو مر کے انجم بس فنا ہو جائیگا

چل بیاباں میں اے دل رشتوں کا جزیہ کر ادا
اب تو وحشت ہی دلاتی ہے شناسائی مجھے

جانتا ہوں کچھ نہیں آداب الفت کا صلہ
کیا کروں انجم نہیں آتی زلیخائی مجھے

چلے تھے کبھی مل کے جن راستوں پر
تمہی ان سے کہدو ہمیں بھول جائیں

وہ گھروندا جس پہ ٹوٹا آسماں میرا ہی تھا
بجلیاں جس پہ گریں وہ آشیاں میرا ہی تھا

زخم کھا کر دے دعائیں جو تجھے اس شہر میں
ہے کوئی یہ تو خلوصِ بے کراں میرا ہی تھا

سو کر اکثر جاگتے رہنا کتنا اچھا لگتا ہے
کبھی کبھی یادوں میں کھونا کتنا اچھا لگتا ہے

مجھکو لگتا ہے کہ اک دن تیرے میرے درمیاں
دوریاں مٹ جائیں گی اور فاصلہ رہ جائے گا

وہ دور ہوا بچھڑا تو نہیں
ہر جائی ہو وہ ایسا تو نہیں

مجھ کو نہ تسلی دے کوئی
ٹوٹا ہوں ابھی بکھرا تو نہیں

شب بھر چاند کو دیکھا ہے
بالکل تیرے جیسا ہے

دل کا حال اسی سے پوچھ
اشک وہیں سے آتا ہے

نام کیا راہ وفا میں دو گے دیوانے کے بعد
وسعتیں مانگے ہے وحشت اور ویرانے کے بعد

یہ ہے آغاز محبت اور نہ تکمیل وفا
لاکھ افسانے بنیں گے تیرے افسانے کے بعد

جو آئے روبرو تو وہ لپٹ کے رو بھی لے ہم سے
مگر اس شوخ کا خاصا ہے تحریروں میں کم لکھنا

فسانہ گل کے سائے میں ستاروں سے تیری باتیں
غزل خوشبو کے پیرائے میں، ہستی کے الم لکھنا

زندگی کی خدا را دعائیں نہ دے
جاں بلب ہوں اب اتنی سزائیں نہ دے

تو نے پایا مجھے اور پھر کھو دیا
میں گیا وقت ہوں اب صدائیں نہ دے

جس کو جھکنے میں خدا کے سامنے بھی عار تھی
وقت سے پھر وہ جبیں پتھر پہ رکھوائی گئی

مجھے تو نت نئی تخلیق سے بہتر لگے یا رب
انہی افسردہ چہروں میں ذرا سی تازگی بھر دے

دُنیا و مافیھا بے شک چھ ہی دن میں بن گئے
صدیاں گذری ہونگی انجم دل بنانے کیلئے

فطرت میں وہ بادل ہے ہم جانتے ہیں اسکو
صحرا پہ گرجتا ہے ساگر پہ برستا ہے

حسیں شاہکار ہے انجم بھی اسکے شاہکاروں میں
فقط خاکہ سنہری زندگی میں تلخیاں بھر دیں

تیرا آستاں ہے کہ ماتم کدہ ہے
مسیحا بھی جاتا ہے بیمار بن کے

نہ کرتے دعائیں تو وہ مل بھی جاتا
گنوایا ہے اسکو طلبگار بن کے

تجھکو پاگل نہ بنا دے یہ ستاروں کا شمار
یاد کے موسم میں اتنی دیر تک جاگا نہ کر

اس طرح سے اپنی ہی پہچان کھو جائے گا تو
اسقدر ہر نقش پا کو غور سے دیکھا نہ کر

جسے نظروں سے دل تک کا سفر سمجھے تھے ہم دونوں
چلے تو وہ سفر کوئی صدی کا فاصلہ نکلا

تجھے شعروں میں ڈھالیں گے غزل میں گنگنائیں گے
تیرے غم کو چھپانے کا عجب یہ سلسلہ نکلا

فطرت سے اپنی باز نہ آئے گا آدمی
پھر سے پلٹ کے غار میں جائے گا آدمی

انساں کے مقدر میں سرابوں کا سفر ہے
جانے دو خود ہی لوٹ کے آئے گا آدمی

جی جان سے تم کو ہی چاہا دن رات دعاؤں میں مانگا
آئے نہ یقیں تو مسجد کی معصوم دیواروں سے پوچھو

چاہت کی حویلی کا رستہ سب شہرِ وفا کے دروازے
اے جانِ ثریا ہم ایسے بے خواب ستاروں سے پوچھو

میں پتھر ہو چلا ہوں جب تیرے وعدوں کے سنگم پہ
یہ کیسے موڑ پہ تو نے مجھے تنہائیاں لکھ دیں

بچے اک دن پوچھ ہی لیں گے
کب تک آپ جئیں گے بابا

کہاں لے جائے گی جانے ہمیں دیوانگی اپنی
ثمر چاہتے ہیں پر اہل ثمر ہونے سے ڈرتے ہیں

ستایا وقت کی آندھی نے یوں بوڑھے درختوں کو
کہ پیڑ اب پھولنے پھلنے شجر ہونے سے ڈرتے ہیں

پاس رہ کر بھی وہ مجھ سے بات تک کرتا نہ تھا
سوچتا ہوں پھر بھی تھا اک آسرا میرے لئے

میں بچھڑ جانے پہ بھی اک عمر تک زندہ رہا
اس سے بڑھ کر اور کیا ہوتی سزا میرے لئے

ہوتا ہے جب پاس وہ میرے
دل کا حال جدا ہوتا ہے

حد سے آگے بڑھ جائے تو
آخر درد دوا ہوتا ہے

سوچ رہا ہوں تیرے دل کا موسم کتنا اچھا ہوگا
خواب جزیروں پہ جب کوئی آس کا پنچھی اترا ہوگا

چاند نگر میں جا کر اسکو یاد میری جب آئی ہوگی
آنگن کے اس پیڑ تلے اک سایہ سا لہرایا ہوگا

تمہاری ٹھوکروں میں منزلیں ہیں
ادھر بس راستہ ہے اور میں ہوں

تمہیں فرصت نہیں ہے انجمن سے
یہاں میرا خدا ہے اور میں ہوں

تم جہاں ملتے تھے واں پہ آج بھی ہے منتظر
پیڑ کے سائے تلے اک اک آدمی کہنا اسے

جان انجم تو کبھی بام ثریا پہ تو آ
ڈھونڈتی ہے جگنوؤں کی روشنی کہنا اسے

عشق کیا بدنام ہوئے
بس اتنا سا قصہ تھا

تصویروں کے شہر میں جا کر
باتوں میں کیا رکھا تھا

وہ دور ہوا بچھڑا تو نہیں
میں ٹوٹ گیا بکھرا تو نہیں

بھول جاؤں تجھ کو او زندہ رہوں
اپنی یہ دیوانگی اور تیرا شہر

اب بھی مجھ سے چھین لیتے ہیں مجھے
چودھویں شب چاندنی اور تیرا شہر

ہوئے ہر شاخ سے رخصت ثمر آہستہ آہستہ
گرا چاہتا ہے نیکی کا شجر آہستہ آہستہ

اک فقیرِ بے سرو ساماں کی ہے آواز، دیکھ
کِس قدر ہے گُنبدِ خضرا پہ اِسکو ناز، دیکھ

اُسکے آگے کا سفر مولا بہت آسان ہے
مُجھکو پہنچا دے مدینے پھر میری پرواز، دیکھ

تیری خاطر تیرے بہانے زندہ ہیں
لوگ نہ سمجھیں نام کمانے زندہ ہیں

لاکھ بہانے لکھتے ہیں ہم لکھنے کے
سچ پوچھو تو زخم پرانے زندہ ہیں

مانا کہ نہیں مطلب ہم ایسے فقیروں سے
درویش دعا دیں گے اک بار چلے آؤ

تیرے انجُم نے تیری رُسوائیوں کے خوف سے
احتیاطاً چھوڑ دی ہے شاعری کہنا اُسے

شہر وفا کے سچے موتی پھول ستارے تیرے نام
تجھ پہ قرباں سات سمندر جام کنارے تیرے نام

کب سے کھڑے ہیں میل کا پتھر بن کر تیری راہوں میں
آ کہ آخری سانس بھی کر دیں ہجر کے مارے تیرے نام

وقت سو منصفوں کا منصف وہ خود راہبروں کا حساب لے گا
وفا کے دھوکے میں لُٹ گئے جو ان جانثاروں کی بات کیجئے

یہ آج تو اک فریب ہے جہاں تو ہے کل کوئی اور ہو
ابھی کل تلک تھی سجی ہوئی یہاں میرے نام کی تختیاں

آ جا اے اجل پھر ایسا سماں تنہائی میں کب ملتا ہے تجھے
خاموش ہے ہر اک سازِ زمیں اور چاند ستارا کوئی نہیں

ڈھلتے سورج نے پوچھا کہ ہے کوئی جو میرے بعد ان اندھیروں سے لڑتا رہے
اک چراغ محبت نے بڑھ کر کہا میری کوشش تو ہے اب خدا جو کرے

اشاریہ

رقم	غزل	صفحہ	تاریخ
۱	آغاز ہے شاید دنیا کا آتا ہے شورِ نشور اب تک	19	J/3/1983
۲	لیں کام شعور سے گر جذبات کا کیا کیجئے	20	J/3/83
۳	تصور کے آئینے میں کسی کو بٹھا کے ہم		J/83
۴	اپنا کہاں نصیب انکا غم اٹھانے کے لئے	21	J/4/83
۵	نہ دے فریب حسن تو سب کو اے زندگی	22	J/4/83
۶	اسے پرسوز کر جائے اسے جینا سکھا جائے	23	J/4/83
۷	نیند آئی نہ مجھ کو شب ہجر میں	16	J/5/83
۸	پل بھر جو سیرِ گلشن میں مصروف ہم رہے	17	J/5/83
۹	قلم بے بس ہے کہ وہ لائے حساب میں	25	J/5/83
۱۰	اپنے ہیں نہ اپنے بیگانے ہمدرد ہمارا کوئی نہیں	18	J/7/83
۱۱	ہنستے ہیں جب بھی چارہ گر گزرے قریب سے	26	J/3/84
۱۲	کون مانگے موت گر جینے دے زندگی	27	J/3/84
۱۳	دل کی ہر بات زمانے کو سنا دی میں نے	28	J/5/84
۱۴	دل لگانا چھوڑ جانا ہم کو آتا ہی نہیں	29	J/84
۱۵	چین سے پل بھر بھی رہنا دل کو بھاتا ہی نہیں	30	J/7-4/84
۱۶	دیکھے جاتے نہیں دنیا کے بدلتے تیور	39	J/27-4/84
۱۷	آتا ہے لب پہ نام وہ دست دعا کے ساتھ	41	J/5/84
۱۸	شوق سے ڈھونڈ لیتے نیا ہمسفر	24	J/15-5/84
۱۹	دل کی سونی وادیوں سے چیخ اٹھتے ہیں خواب	44	J/84
۲۰	شب کو بھی تصور میں انکا جب عکس ابھرنے لگتا ہے	31	J/18-5/84
۲۱	اے دوست میں بھی تیری طرح راز دار تھا	32	J/18-7/84
۲۲	سر بسجدہ رہ کے بھی کھائی ہیں اکثر ٹھوکریں	46	J//84
۲۳	بھیگی پلکوں پے بھی خواب سجائے رکھنا	33	J/5-12/84
۲۴	تھا جو کتاب عشق میں باب وفا کبھی	37	J/84
۲۵	مبارک ان کو دولتیں سب	81	J/85
۲۶	پہلو میں انکے بیٹھ کر جنت بھی دیکھ لی	34	J/30-01-85
۲۷	وہ آئے سامنے گر اب چھلک جائے گا آنکھوں سے	35	J/01/85
۲۸	کون کہتا ہے الفت جہاں میں نہیں	36	J/10-2/85
۲۹	منتشر دنیا کا اک دن قافلہ ہو جائے گا	38	J/10-2/85
۳۰	آنسوؤں کو ضبط سے آزاد کر کے دیکھتے	93	J/10-2/85
۳۱	اے دل دنیا میں دل والے اک ہم ہی نہیں	40	J/10-2/85

۳۲	دنیامین تو ہر شے بجی بازار کی طرح	42	J/10-2/85
۳۳	انکو نہ بھول پائیں گے سوچا نہ تھا کبھی	95	J/10-2/85
۳۴	نہ ہو دیدار شاید وہاں بھی تیرا	43	J/10-2/85
۳۵	لو میری بیتابی دل پھر وہیں لائی مجھے	45	J/3/2/86
۳۶	اب تو شاید یہ جدائی جان ہی لے جائیگی	132	J/23-3/86
۳۷	رہ رہ کے اکثر ہمیں یاد آئیں	48	J/3-5/86
۳۸	درد ہوتا ہے آہ کرتا ہوں	47	S/12-8/86
۳۹_۴۱	آنگن، مدفن،	49	J/86
۴۲	وہ گھروندا جس پہ ٹوٹا آسماں میرا ہی تھا	50	S/2-6/86
۴۳	سوکر اکثر جاگتے رہنا اچھا لگتا ہے	51	S/10/86
۴۴	دل کو ماضی کی آغوش میں ڈال کر	54	P/2-7/88
۴۵	وہ دور ہوا بچھڑا تو نہیں	53	LP/16-7-88
۴۶	تم نہیں تو زندگی میں اور کیا رہ جائے گا	52	LP/16-7-88
۴۷	شب بھر چاند کو دیکھا ہے	55	R/27-2/89
۴۸	نام کیا راہ وفا میں دو گے دیوانے کے بعد	56	KP/28-6/89
۴۹	میرا دل یوں ہوا بیدل کسی سے	57	P/15-7/89
۵۰	سوکھے ہوئے پھولوں میں کلیوں کی جوانی ہے	58	MP/22-7/89
۵۱	میں ہوں تم سے جدا یہ کبھی نہ کہو	59	R/10-9/89
۵۲	اسے خط لکھنا ہو جب بھی میرا راہ و رسم رکھنا	60	S/20-9/89
۵۳	جہاں بھی ملے تو وہاں چومتے ہیں	61	M/18-11/89
۵۴	اب بھی مایوس نہیں تیرے دیوانے تجھ سے	62	P/20-11/89
۵۵	زندگی کی خدارا دعائیں نہ دے	63	P/23-11/89
۵۶	تلخیوں کو بھی قبا خوابوں کی پہنائی گئی	64	P/25-11/89
۵۷	اداؤں میں کمی کر دے فضا میں سادگی بھر دے	65	P/28-11/89
۵۸	مصور نے کہیں پہ جا بجا رنگینیاں بھر دیں	66	P/28-11/89
۵۹	تشنگی میری گئی نہ میری تنہائی گئی	67	P/29-11/89
۶۰	کسی ظالم کو احباب نے ہمدردیاں لکھ دیں	68	P/29-11/89
۶۱	خواب کی تعبیر کیا ہے جستجو کا کیا وجود	69	R/5-12/89
۶۲	پہلے پہلے تو بتوں کی دلکشی اچھی لگی	70	P/25-12/89
۶۳	باتوں میں الجھتا ہے سوچوں میں سنورتا ہے	71	P/27-12/89
۶۴	مسافر ہیں سبھی پر ہمسفر ہونے سے ڈرتے ہیں۔	72	P/27-12/89
۶۵	شام کے تارے جواں ہونے لگے	73	P/3-1/90
۶۶	تو نہیں تو جان جاں کوئی نہیں	74	P/4-1/90
۶۷	کبھی کبھی بے گناہی بھی گناہ ہوتی ہے	76	P/26-1/90
۶۸	ہاتھ اٹھتے ہیں نہ دل سے دعا ہوتی ہے	77	P/26-1/90

P/26-1/90	82	اچھا تھا کہ الفت کی سنگین سزا ہوتی	۶۹
P/30-1/90	78	میں سراپا درد ہوں اب کیا دوا میرے لئے	۷۰
P/2-2/90	75	تیرے جوبن کی بہار اف وہ جوانی میری	۷۱
R/11-2/90	79	میری ہر یاد کو سینے سے لگانے والے	۷۲
R/13-2/90	80	قسمت کو جبینوں میں رکھا	۷۳
R/3-3/90	83	جانے پیار کہاں رہ جائے	۷۴
R/17-4/90	84	ڈوب جانے کا شکوہ بھی کس سے کریں	۷۵
P/21-4/90	85	ہم نہ ہونگے ہمیں دیوانہ لکھ جائیگا	۷۶
P/27-4/90	86	سب کے ساجن پاس بلائیں	۷۷
P/17-5/90	87	جس شخص نے یادوں پہ اک عمر گذاری ہو	۷۸
P/8-7/90	88	کسے کیا خبر کوئی کیا جانتا ہے	۷۹
P/12-7/90	99	فطرت سے اپنی باز نہ آئے گا آدمی	۸۰
P/12-7/90	90	ہاتھوں کی لکیروں سے پوچھو	۸۱
P/12-8/90	91	صلہ کیا ملا ہے وفادار بن کے	۸۲
NCP/15-8/90	92	محبت کو وفا کو آرزو کو کیا ہوا اب کے	۸۳
LP/16-8/90	94	تجھے دیکھا تجھے چاہا تجھے سجدہ کیا میں نے	۸۴
P/2-9/90	96	جا بجا ہر موڑ پر یوں اشک برسایا نہ کر	۸۵
P/13-9/90	97	محبت سے جنوں تک چاہتوں کا سلسلہ نکلا	۸۶
KP/12/90	98	شہرِ وفا کے سچے موتی پھول ستارے تیرے نام	۸۷
KP/12/90	99	کوئی بتائے کیا ہوتا ہے	۸۸
KP/1/91	100	پیاسے لبوں پہ یارب سمندر تراش دے	۸۹
KP/1/91	103	پوچھو نہ بات اس بت کافر کے حسن کی	۹۰
PJ/8-6/91	101	غموں کی بارشیں اپنوں پہ برسایا نہیں کرتے	۹۱
CP/30-6/91	102	یہ میری غزل کی ہیں بندشیں	۹۲
CP/22-7/91	104	سوچ رہا ہوں تیرے دل کا موسم کتنا اچھا ہوگا	۹۳
CP/23-7/91	105	تیرا عہد وفا ہے اور میں ہوں	۹۴
CP/30-7/91	106	آج بھی خوابوں میں ہے کچھ روشنی کہنا اسے	۹۵
R/28-8/91	120	جب میری یاد ستائے مجھکو خط لکھنا	۹۶
R/28-8/91	107	ذوق تیرا مجھکو برسوں تڑپائے گا	۹۷
CP/91	108	کیا سمجھائیں کیسا تھا	۹۸
CP/19-2/92	111	پریشاں زندگی ہے اور ہم ہیں	۹۹
P/6-3/92	113	کبھی تاریکیوں سے بھی نئی راہیں نکلتی ہیں	۱۰۰
P/3-4/92	112	ان آنکھوں میں کیا رکھا ہے	۱۰۱
P/5-4/92	110	حادثے بھی گذر ہی جائیں گے	۱۰۲
SJ/24-5/92	109	وہ رات کی رانی آنگن میں آئی تھی کبھی خوشبو کی طرح	۱۰۳

۱۰۴	اے جانِ انجم اے جانِ جاں	114	J/11-9/92
۱۰۵	وہ دور ہوا بچھڑا تو نہیں (۲)	115	J/16-9/92
۱۰۶	خواب میں چلتے رہتے ہیں	116	J/24-12/92
۱۰۷	کیسے بھولے بھالے ہو	117	J/24-12/92
۱۰۸	ہاتھ اٹھتے ہی نہیں دل سے دعا کیا مانگوں	118	J/8-4/93
۱۰۹	تنہا تنہا زندگی اور تیرا شہر	119	J/2-10/93
۱۱۰	غم نہ پالا کرو اس نئے شہر میں	121	J/2-10/93
۱۱۱	کب تک قید رہیں گے بابا	123	J/2-10/93
۱۱۲	اے کاش محبت میں ایسا ہی ہوا ہوتا	124	S/94
۱۱۳	حسیں نظاروں کی بات کیجئے	125	S/9/94
۱۱۴	صدیوں میں کہیں اک دل پہ کبھی	126	S/94
۱۱۵	ہوئے ہر شاخ سے رخصت ثمر آہستہ آہستہ	128	S/21-4/95
۱۱۶	تیری خاطر تیرے بہانے زندہ ہیں	127	S/21-4/95
۱۱۷	اک فقیرِ بے سروساماں کی ہے آواز دیکھ	122	S/4/95
۱۱۸	لمحہ لمحہ بڑھتی جائے تشنگی کہنا اسے	129	S/8-5/95
۱۱۹	پلکوں کو بچھا دیں گے اک بار چلے آؤ	130	S/12/95
۱۲۰	روئے صبح شام بہت	131	R/12/97
۱۲۱	جانے والا ہمیں یاد آیا بہت	132	R/12/97
	نظمیں	133-148	
۱	کسک	134	J/85
۲	بلاوا	136	J/85
۳	خواب صورت یادیں	137	S/3-10/86
۴	مداوا	139	LMP/16-7-88
۵	خط اور دائرہ	140	R/89
۶	ستارے	142	P/6-12/89
۷	متوازی راہیں	143	P/1/90
۸	عرفان	146	J/92
۹	سوال	145	S/94
۱۰	وارث شاہ	147	S/96
۱۱	قیامت	148	S/96

تیرے انجم نے تیری رسوائیوں کے خوف سے
احتیاطاً چھوڑ دی ہے شاعری کہنا اسے

تبصرہ:

خواب جزیرے کا شاعر۔ ڈاکٹر انجمؔ

پریمی رومانیؔ

پونچھ، ریاست جموں وکشمیر کے مختلف اضلاع کی طرح شعروادب کے لحاظ سے بڑا مردم خیز رہا ہے۔ یہ ضلع اگرچہ ریاست کے دورافتادہ علاقوں کے زمرے میں آتا ہے لیکن سیاسی، سماجی اور ثقافتی سرگرمیوں میں ریاست کے کسی دوسرے علاقے سے کم تر درجہ نہیں رکھتا ہے۔ شعروادب کے میدان میں چراغ حسن حسرتؔ، کرشن چندر، ٹھاکر پونچھی، دیناناتھ رفیقؔ وغیرہ کے نام سے کون واقف نہیں جنہوں نے اپنے ادبی کارناموں سے تاریخ ادب میں بلند مقام پیدا کیا۔ اس خوبصورت علاقے کی فضاؤں سے اوپندرناتھ اشکؔ بھی لطف اندوز ہوتے رہے۔ اور کشمیری لال ذاکرؔ نے بھی اپنے بچپن کا خاصا حصہ پونچھ کی سرسبز اور شاداب وادیوں میں گزارا، جہاں اُن کے والد محکمہ سیاحت سے وابستہ تھے۔ اس طرح سے ریاست جموں وکشمیر کا یہ حصہ شروع سے ہی ادبی وثقافتی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے۔ اس کے بعد بیسیوں قلم کاروں نے اپنے بزرگوں کی اس شاندار روایت کو برقرار رکھا اور اپنے خونِ جگر سے شعروادب کے گلستان کی آبیاری کی۔ رفیق انجمؔ پونچھ کے ایک گوجرنژاد شاعر ہیں۔ اُنہوں نے پونچھ کی ادبی روایت پر گامزن ہونا اپنا اولین فرض سمجھا اور شعر کا میڈیم اختیار کیا۔ اُن کے اشعار میں پہاڑوں پر رہنے بسنے والے لوگوں کی طوفانی زندگی کا عکس ملتا ہے۔ ''خواب جزیرے'' اُن کا اوّلین شعری مجموعہ ہے۔ جو اُنہوں نے بڑے

اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے۔اس کی ورق گردانی کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ انجم بچپن سے ہی شعر وادب سے دلچسپی رکھتے ہیں۔خواب جزیرے میں اُن کا دس سالہ شعری انتخاب شامل ہے۔انجم پیشے سے ڈاکٹر ہیں،لیکن اس کے باجوداردوشعروادب سے کافی شغف رکھتے ہیں اور پورے اعتماد کے ساتھ اس کی آبیاری کرتے ہیں۔زیرِ بحث مجموعے میں اُن کی غزلیں شامل ہیں جونہایت ہی فکرانگیزاور قابلِ مطالعہ ہیں۔

رفیق انجم نے اپنی شاعری کا آغاز رومانی اور عشقیہ شاعری سے کیا۔اس لئے اُن کی اکثر غزلوں پر عشقیہ رنگ غالب ہے۔لیکن اُن کا عشق روایتی عشق سے منفرد حیثیت رکھتا ہے۔اگر چہ اس میں وہی آگ، تڑپ اور گداختگی ملتی ہے۔جو روایتی یا کلاسیکی شاعری کا طرۂ امتیاز ہےلیکن وہ اپنے خیالات کو الفاظ کے سانچے میں کچھ اس طرح ڈھالتے ہیں کہ خود بخود معنی کی پرتیں کھل جاتی ہیں اور وہ نئے انداز سے عشق کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ عشق کے میدان میں اُنہوں نے بڑے مصائب جھیلے ہیں لیکن کبھی شکست نہیں کھائی بلکہ دشوار گذار راستوں سے گذر کر مشکلات کا مقابلہ کیا ہے۔ڈاکٹر ظہورالدین مجموعے کے پیش لفظ میں بجا طور پر لکھتے ہیں:

’’خواب جزیرے رفیق انجم کی غزلوں کا پہلا مجموعہ ہےاور چونکہ وہ اس وقت عمر کی اُس منزل سے گذر رہے ہیں جسے عرف عام میں عہد شباب قرار دیا جاتا ہے۔اس لئے اس مجموعے میں شامل اُن کی غزلوں کے موضوعات بھی اکثر و بیشتر وہی ہیں جنہیں عمر کے اس دور سے فطری مناسبت ہے‘‘۔

اس ضمن میں چند اشعار پیشِ خدمت ہیں جن میں وصل کی لذت بھی ہےاور ہجر کا ملال بھی، عاشق کی خودسپردگی بھی اور محبوب کی ادائیں بھی کہتے ہیں:

تم نہیں تو زندگی میں اور کیا رہ جائے گا
عکس مٹ جائیں گے سارے آئینہ رہ جائیگا

میری ہر یاد کو سینے سے لگانے والے
تو کہاں ہے میرے خوابوں کو سجانے والے

☆

تیرے پیار میں ہم نے اپنا
کیا حال بنا رکھا ہے

☆

غم کو سینے سے لگایا ہے لگا رکھیں گے
کھونے دیں گے نہ کبھی یہ نشانی تیری

رفیق انجم حقیقت پسند شاعر ہیں۔ وہ زیادہ دیر خوابوں میں رہنے والے نہیں بلکہ اُنہیں حقیقی دنیا کا بھی احساس ہے۔ وہ اس دور کے حالات وواقعات کی بخوبی جانکاری رکھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بڑے نبض شناس ہیں۔ اپنے پیشے کے اعتبار سے اُن کی انگلیاں نہ صرف مریضوں کے نبض پر رہتی ہیں بلکہ زمانے کے اُتار چڑھاؤ پر بھی اُن کی نگاہ اکثر رہتی ہے اور یہ سب سے بڑی بات ہے۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں۔ جن میں موجودہ دور کا درد وکرب سمٹ کر آیا ہے:

پہلے رستے کا جنہیں پتھر کہا اب وہ منزل کا نشاں ہونے لگے

☆

دیوانہ ہوں آندھی میں بھی ایک چراغ جلا رکھا ہے

☆

مل کر یہ احساس ہوا وہ بھی کتنا تنہا تھا

میرا دعویٰ ہے پائے گا یہیں بکھرے ہوئے موتی
کوئی تاریک گلیوں میں کبھی جو روشنی بھر دے

رفیق انجم درد و کرب، مصائب و پریشانی کا اپنی شاعری میں کھل کر اظہار کرتے ہیں۔ کہیں کہیں وہ بکھرنے بھی لگتے ہیں اور کہیں آس لگائے بیٹھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ کبھی وہ دنیا کی ہنگامہ آرائی پر سوچنے لگتے ہیں اور کبھی اُن کے دِل میں کائنات کا تصور جاگ اٹھتا ہے، تو وہ اس پر غور کرنے لگتے ہیں۔ کبھی کبھی اُن کے گھروندے پر آسمان ٹوٹ پڑتا ہے اور انہیں محسوس ہوتا ہے کہ اُن کا آشیانہ بجلی گرِنے سے خاکستر ہو گیا ہے لیکن اس حال میں بھی اُن کے ہوش و حواس قائم رہتے ہیں۔ چنانچہ بے اختیار کہہ اُٹھتے ہیں۔ ع

وہ گھروندا جس پر ٹوٹا آسماں میرا ہی تھا
بجلیاں جس پر گریں کل آشیاں میرا ہی
تھا

☆

مجھے تو نت نئی تخلیق سے بہتر لگے یا رب
انہی افسردہ چہروں میں ذرا سی تازگی بھر دے

ایک اور جگہ پر کہتے ہیں۔ ع

ہیں لاکھوں تلخیاں پھر بھی حسیں ہے
نہ ہو بیزار انساں زندگی سے

رفیق انجم کے ان اشعار میں تسلسل اور اعتدال ہے۔ اُن کی اکثر غزلیں قابلِ مطالعہ ہیں۔ اِن میں نرماہٹ بھی ہے اور تازگی بھی، شیرنی بھی ہے اور نغمگی بھی۔ وہ دوراز کار تراکیب استعمال کرنے سے گریز نہیں کرتے بلکہ اپنے جذبات کو سیدھے اور صاف انداز میں بیان کرنے کے قائل ہیں۔ چند اشعار ع

تیرے پیار میں ہم نے اپنا
کیسا حال بنا رکھا ہے

☆

مل کر یہ احساس ہوا،
وہ بھی کتنا تنہا تھا

☆

تیری سکھیاں بھی شوخی سے یقیناً پوچھتی ہونگی
یہ کس نے خط میں تجھ کو اس قدر بے باکیاں لکھ دیں

☆

کبھی تاریکیوں سے بھی نئی راہیں نکلتی ہیں
کبھی انکار سے اُمید کی کرنیں برستی ہیں

رفیق انجمؔ کی بعض غزلوں میں گیت کی لوچ ملتی ہے۔ اِن میں بھی میٹھا میٹھا درد اُبھر کر سامنے آتا ہے۔ ہندی اور اردو کی آمیزش سے ان گیت نما غزلوں میں بلا کی رس اور گھلاوٹ پیدا ہوگئی ہے۔ انجمؔ نے اِن غزلوں میں مختصر بحور کا بھی استعمال کیا ہے۔ یہاں بھی وہ وارداتِ قلب بیان کرتے ہیں۔ اور اپنے جذبات کو

صداقت سے کاغذ پر انڈیلنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے۔ کہتے ہیں۔ ع

☆ دل کی کھڑکی کھولو تو　　　سارے موسم اچھے ہیں

☆ کیسے بھولے بھالے ہو　　　خواب کی باتیں کرتے ہو

☆ تیری یادوں نے سینے میں　　　اک کہرام مچا رکھا ہے

رفیق انجم کی زبان صاف اور بیان دلکش ہے۔ وہ بوجھل تراکیب استعمال نہیں کرتے اور نہ قاری کو پر پیچ جذبات سے گمراہ کرتے ہیں۔ البتہ ''خواب جزیرے'' کے بعض اشعار میں تحول بحور کا احساس سا ہوتا ہے اور بعض ایسے اشعار ہیں جن میں قاری معنی کی تہہ تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔

انجم ابھی نوجوان ہیں۔ اُن میں کافی صلاحیت ہے۔ اگر وہ اسی لگن اور دیانتداری سے تخلیقی کام کرتے رہے تو ریاست کے غزل گو شعراء میں جلد ہی اپنا مقام بنائیں گے۔

ڈاکٹر پریمی رومانی
اکتوبر ۱۹۹۳ء جموں